

الصلاة والسلام عليك يا نور الله

مسئلہ رفع یدین

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

جملہ حقوق بحق محمد و البیان پبلشرز (درجنڈا) محفوظ ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ رفع یدین

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعض حضرات رکوع میں جاتے رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے ہیں یعنی تجزیر اولیٰ ک طرح دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے اور ہاتھ نہ اٹھانا سنت کے خلاف ہے اس لئے وہ رکوع سے پہلے اور بعد دونوں مرتبہ ہاتھ اوپر کو اٹھاتے ہیں۔ جبکہ ہم سنی لوگ ایسا نہیں کرتے تو وہ ہمیں تارک سنت سمجھتے ہیں۔ صحیح مسئلہ کیا ہے ہاتھ اٹھانا سنت ہے یا نہ اٹھانا سنت ہے؟

عبدالحیہ

ہاؤس نمبر ۱۔ ڈسپنری

سٹرل ایریا۔ اسی بلاک ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

۱۲ - ۱۳ - ۱۹۹۱ء

نوعیت مسئلہ (جواب منہ الہدایۃ والصواب فی المسائل)

نام کتاب

مسئلہ رفع یدین

نام مصنف

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

نظر ثانی

مولانا محمد سلیمان قادری، سید محمد عاکف قادری

سن اشاعت اول

1416ھ / 1995ء

سن اشاعت بار دوم

1428ھ / 2007ء

تعداد

1100

ڈیزائننگ و کمپوزنگ

محمد حسین قادری

قیمت

120 روپے

ناشر

محمد و البیان پبلشرز (درجنڈا)

ہیڈ آفس جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل مارکیٹ

ماڈل ٹاؤن لاہور

042-8428922

www.jamlarizvlatrust.org

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور
اس کے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عید صلوٰۃ و
سلام کے بعد گزارش یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مسئلہ رفع یدین کی زوجیت
یسے کھڑے رکوع میں جاسنے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرنا
دو دنوں ہاتھوں کو اوپر اٹھانا ایک ایسا عمل ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایک عرصہ تک کرتے تھے لیکن آپ نے بعد میں یہ عمل ترک فرمادیا اور صحابہ
کرام کو فرمایا کہ ہاتھوں کو نہ اٹھاؤ، نماز میں سکون اختیار کرو۔ جب آپ نے
یہ ارشاد فرمایا تو اس وقت جو صحابہ کرام موجود تھے انہوں نے سنا اور جو کہیں
دور دراز تھے انہوں نے نہ سنا اور ان تک یہ بات نہ پہنچ سکی اور وہ
رفع یدین بہ ستور کرتے رہے اور بعض شروع میں رفع یدین کرتے تھے مگر جب
انہیں اس بات کا یقین ہو گیا اور متبرذرائع سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے اسے ترک فرمادیا تھا تو آخر انہوں نے بھی رفع یدین ترک فرمادیا
کہ حضرت عائشہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ میں
اختلاف ہوا بعض رفع یدین فرماتے اور بعض نہ فرماتے اور ان کے بعد تابعین
دائم مجتہدین میں بھی اختلاف کا ہونا لازمی امر تھا لہذا بعض کے نزدیک رفع یدین
کرا سنت تھی اور بعض کے نزدیک نہ کرنا سنت ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ فرماتے ہیں کہ صرف
پہلی تحیر میں رفع یدین سنت ہے، امام ثوری، امام ابن ابی لیسٰل و عقیقہ بن
قیس و اسود بن یزید و امام شافعی و امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و حاکم و
عاصم بن کلیب و امام زعفران بھی یہی مذہب ہے اور امام ابن تالمم و امام ابی

روایت اس طرح کی روایت کرتے ہیں اور امام مالک کے مذہب کی
مشہور روایت اور ان کے تلامذہ کا یہی معمول ہے۔

صحیح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ

وبہ ید قول غیر واحد من نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی
اصحاب اہلبیتی صلی اللہ علیہ صحابہ اور کئی ایک تابعین کرام کا یہی قول
وسلم والتابعین وهو قول ہے اور یہی امام سفیان ثوری اور کوفہ والوں
سقیان و اهل الکوفہ کا قول ہے۔

(صحیح ترمذی ج ۱ ص ۲۵)

سوال: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ رکوع کے وقت رفع یدین فرماتے تھے؟
جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے استاد حماد
اپنے استاد ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ
حضرت وائل بن حجر اعرابی دیہات کے رہنے والے تھے انہوں نے اس سے
پہلے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی کیا وہ حضرت
عائشہ بن مسودہ اور ان کے ساتھیوں سے بڑھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے صرف پہلی تحیر میں رفع یدین کیا پھر نہ کیا، زیادہ علم رکھتے ہیں کہ کسی نے حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کو یاد رکھا اور حضرت عائشہ بن مسودہ اور
ان کے ساتھیوں نے یاد نہ رکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ امام ابراہیم نخعی نے حضرت وائل بن حجر کی رفع یدین
کرنے والی حدیث کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ وہ اعرابی ہیں میں نہیں جانتا کہ انہوں نے
اس سے پہلے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی کیا وہ

عبداللہ بن مسعود سے زیادہ عالم ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس حضرت وائل کی حدیث کا ذکر ہوا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے رکوع اور سجود کے وقت رفع یدین فرمایا، تو فرمایا کہ وہ اعرابی ہیں اسلام کے احکام کو (زیادہ) نہیں جانتے انہوں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک بار نماز پڑھی اور مجھے بے شمار حضرات نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرٹ نماز کی ابتدا میں رفع یدین فرمایا اور عبداللہ بن مسعود اسلام کے احکام و حدود کو جاننے والے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال کو ایک ایک کر کے جانتے تھے اور اقامت و سفر میں آپ کے ہمراہ رہا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ بے شمار مرتبہ نماز پڑھی۔

(سند ابی حنیفہ مطبوعہ مصر ص ۳۱)

امام اوزاعی و امام ابو حنیفہ کا مباحثہ

ایک بار امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کے درمیان دارالخلافین مکہ مکرمہ میں رفع یدین کے بارے میں مباحثہ ہوا تو امام اوزاعی نے امام ابو حنیفہ سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہے کہ تم نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے؟ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم اس لئے رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے کہ رفع یدین کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔ امام اوزاعی نے فرمایا کہ کیسے نہیں؟ مجھ سے سنیے، مجھ سے امام زہری نے حدیث بیان کی، ان سے رسول اللہ

اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین فرماتے تھے جب نماز شروع فرماتے اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے مبارک

اٹھاتے۔ تو ان سے امام ابو حنیفہ نے فرمایا، مجھ سے سنیے۔

"مجھ سے امام حماد نے ان سے ابراہیم نخعی نے ان سے علقمہ نے علقمہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں فرماتے تھے (اس میں حدیث کے یہ الفاظ جمع ہو گئے) ولا یعود لشیء من ذلك یعنی نماز کے شروع میں ایک بار رفع یدین فرماتے اور اسکے بعد رفع یدین نہ فرماتے تو امام اوزاعی نے فرمایا کہ میں تو آپ کو زہری سے، زہری سے امام اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے، ایسی سند عالی سے حدیث بتا رہا ہوں اور آپ مجھے حماد سے، حماد نخعی سے (یعنی اس سند سے جس میں میری سند جیسا مل نہیں ہے) حدیث سنا رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے امام اوزاعی سے فرمایا کہ میری سند کے راوی آپ کی سند کے راویوں سے کم درجہ کے نہیں ہیں۔ حماد امام زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سلم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہیں اگرچہ ابن عمر کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، اور اسود کی تربیت ہی فقہیت ہے اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہیں۔ اس پر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔

(سند امام ابو حنیفہ ص ۱۲ و جامع المسانید ج ۱ ص ۲۵۳)

اہم صاحب کا مقصد یہ تھا کہ اگرچہ میری سند میں ملو نہیں تاہم میری سند کے تمام راوی ثقہ بھی ہیں اور فقہ کے بھی اہم ہیں لہذا یہ سند معتبت ہے۔

(شرح شرح نختہ الفکر للامام علی القاری رحمہ اللہ)

ثبوت شئی اور بقا شئی: قارئین سے ایک ضروری گزارش

قارئین سے ایک ضروری گزارش یہ ہے آپ کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ثبوت شئی اور بقا شئی دو مختلف چیزیں ہیں۔ ثبوت شئی کا مطلب ہے کسی چیز کا ثابت ہونا اور بقا شئی کا مطلب ہے اس شئی کا آئندہ کے لئے باقی اور دائمی رہنا۔ ہم اسے ایک مثال سے مزید واضح کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ کی موجودگی میں بکر نامی شخص نے نیند نامی شخص سے کچھ قرض حاصل کیا۔ کچھ مدت کے بعد زید نے بکر کے خلاف دعویٰ کر دیا کہ میرا قرض اس کے ذمہ باقی ہے وہ مجھے دے دیا جائے۔ اور زید نے آپ کو گواہی کے لئے عدالت میں بلایا کہ یہ میرا ہے۔

اس بات کے گواہ ہیں کہ بکر کے ذمہ میرا قرض ہے۔ تو آپ یہ گواہی دیں گے کہ میں ثبوت قرضہ کا گواہ ہوں لیکن بقا قرضہ کا گواہ نہیں ہوں یعنی واقعی بکر نے میرے سامنے زید سے قرض لیا تھا مگر کچھ اس بات کا علم نہیں کہ وہ قرض ابھی تک مجھ کے ذمہ باقی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعد میں بکر نے قرض واپس کر دیا ہو۔ اب دونوں باتوں کا امکان و احتمال پیدا ہو گیا کہ ہو سکتا ہے قرض اس کے ذمہ باقی ہو جیسا کہ مدعی کہتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بکر کے ذمہ قرض باقی نہ ہو یعنی اس نے واپس کر دیا جبکہ وہ کہتا بھی ہے کہ اس قرض واپس کر دیا ہے۔ اور اگر بکر نے اس بات کے گواہ پیش کر دیئے کہ اس نے زید کو قرض واپس کر دیا ہے تو اسے پچا مانا جائیگا اس صورت

میں دونوں (زید و بکر) کے گواہوں میں کوئی تضاد و تناقض بھی نہیں ہے کیونکہ زید کے گواہ کہتے ہیں کہ زید نے قرض دیا تھا اسے بکر بھی تسلیم کرتا ہے کہ واقعی اس نے قرض لیا تھا اب بکر کے گواہ کہتے ہیں کہ اس نے ہمارے سامنے زید کو قرض واپس کر دیا تھا اب اس کے ذمہ قرض باقی نہیں رہا۔

اسی طرح سمجھئے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت رفع یدین فرماتے تھے اور یہ بات ہمیں بھی تسلیم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے لیکن اب سوال یہ ہے کہ کیا رفع یدین بعد میں باقی بھی رہا یا نہ رہا ہمارا دعویٰ ہے کہ باقی نہ رہا بلکہ آپ نے ترک فرما دیا تھا اور صحابہ کرام کو بھی ترک کرنے کا حکم دیا جس کا ثبوت ہم کچھ ترپیش کر چکے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مسنون و معتبر اور نہایت ہی صحیح سند سے گزارش کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں ایک بار رفع یدین فرماتے تھے پھر نہ فرماتے۔ اور یہ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر نہ کرتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل یعنی رفع یدین نہ کرنے پر امام ملا علی قاری بن ترکمانی متوفی ۹۵۰ھ یہ الجواب النقی نہیں فرماتے ہیں:

”لا یظن بہ انہ یخالف فعلہ علیہ السلام الا بعد ثبوت نسخہ عنده“

(الجواب النقی ج ۲ ص ۱۷)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل (رفع یدین) کی مخالفت

کریں گے بعد کہ ان کے نزدیک اس کے فروغ ہونیکا ثبوت ہو۔
 اور یہ کہ انہوں نے متعدد حضرات کے سامنے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ
 علیہ السلام کی نماز کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں تو آپ نے پڑھ کر دکھائی اور
 اسیں ایک ہی بار شروع نماز میں رفع یدین کیا پھر نہ کیا۔
 اور حضرت براہین مازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ
 جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے پھر نہ کرتے اور یہ کہ حضرت
 سعید بن جبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ صرف سات
 مقامات ہیں جہاں رفع یدین کرنا چاہیئے۔ ان سات مقامات میں سے انہوں
 نے نماز کے شروع میں رفع یدین کا ذکر فرمایا اور رکوع کے وقت رفع یدین
 کا ذکر نہ فرمایا۔

اور یہ کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو نماز
 پڑھتے دیکھا تو آپ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے اور یہ کہ
 حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق کے ساتھ نماز میں پڑھیں
 آپ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہ کرتے۔ اور یہ کہ حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ
 وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ
 نماز میں پڑھیں تو وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہ کرتے۔
 حضور اکرم ﷺ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے چار خلفاء راشدین میں سے تین
 یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم تین کا رفع یدین
 ترک کرنا ثابت ہو گیا معلوم ہوا کہ یہی سنت ہے کہ رکوع کے وقت رفع یدین نہ کیا
 جائے کیونکہ حضور ﷺ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين“
 کہ جب تم امت میں اختلاف دیکھو تو میری اور میرے خلفاء راشدین کی
 سنت کو لازماً اختیار کرو۔ اور ان کی سنت رکوع کے وقت رفع یدین
 نہ کرنا ہے لہذا امت کو چاہیئے کہ اسی کو اختیار کرے۔
 امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ۲۳۵ھ اپنی مصنف میں
 اپنی مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل احادیث و آثار لاجتہاد ہیں اور انہوں
 نے ان کا عنوان یوں مقرر کیا ہے۔

”من كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود“
 ”وہ حضرات جو پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے؟“
 (۱) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ حضرت براہین مازب رضی اللہ عنہ سے روایت
 کرتے ہیں کہ

ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کان اذا افتتح الصلوة رفع
 یدیه ثم لا یرفعهما
 حتی یفرغ.
 نبی کریم ﷺ علیہ وآلہ وسلم
 جب نماز شروع کرتے تو اپنے
 دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اٹھاتے پھر انہیں
 نہیں اٹھاتے تھے یہاں تک کہ
 نماز سے فارغ ہو جاتے۔
 (المصنف ج ۱ ص ۱۲۱)

(۲) حضرت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ
 الا اریکم صلوٰۃ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فلم
 یرفع یدیه الا مرة.
 کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز
 دکھاؤں تو انہوں نے صرف ایک بار اٹھائے۔
 (المصنف ج ۱ ص ۱۲۲)

اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث گزر چکی کہ حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ان ترا رسول الله صلى الله عليه وسلم
وسكتم كان لا يرفع يديه
الا عند افتتاح الصلوة ولا
يعود لشي من ذلك -
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے دونوں ہاتھ مبارک اوپر نہیں اٹھاتے
تھے مگر نماز کے شروع میں اور دوبارہ
نہیں اٹھاتے تھے۔

(مسند امام الحنفیہ طبع ممبئی)

(۲) حضرت ناصح بن کلیب اپنے آپ کی روایت کرتے ہیں کہ
ان علیا كان يرفع
يديه اذا افتتح الصلوة
ثم لا يعود -
بے شک حضرت علی اپنے دونوں ہاتھ
اٹھاتے جب نماز شروع فرماتے
پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(۳) امام ابراہیم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
انه كان يرفع يديه
في اقل ما يستفتح ثم
لا يرفعهما -
آپ نماز کے شروع میں دونوں ہاتھ
اٹھاتے تھے پھر انہیں نہیں اٹھاتے
تھے۔

(۴)

(۵) امام اشعث حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ
انه كان يرفع يديه في
اول التكبير ثم لا يرفعهما -
اٹھاتے
آپ پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھ اوپر
اٹھاتے تھے پھر انہیں اٹھا نہیں دیتے تھے۔

(ایضاً)

(۶) حضرت حصین وغیرہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم رحمہم اللہ فرماتے تھے کہ

اذا كبرت في فاتحة الصلوة
فأرفع يديك ثم لا ترفعهما
فيما بقى -
جب تم نماز کے شروع میں تکبیر کہو
تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ
پھر باقی نماز میں انہیں اوپر نہ اٹھاؤ۔
(ایضاً)

(۷) امام ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
كان اصحاب عبد الله
واصحاب علي لا يرفعون
ايديهم الا في افتتاح
الصلوة ، قال وكيع ثم
لا يعودون -
حضرت عبد اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما
کے شاگرد ان کرام اپنے ہاتھوں کو
نہیں اٹھاتے تھے مگر نماز کے شروع
میں۔ امام وکیع نے فرمایا کہ پھر نہیں
اٹھاتے تھے۔

(۸) حضرت حصین اور حضرت مغیرہ امام ابراہیم سے روایت کرتے ہیں انہوں
نے فرمایا کہ

لا ترفع يديك في شيء
من الصلوة الا في
الافتتاح الاول -
تم نماز میں اپنے ہاتھ کہیں نہ اٹھاؤ مگر
پہلی تکبیر میں۔
(ایضاً)

اسکے ساتھ کی روایت پہلے بھی گزری ہے مگر پہلی روایت کی سند
میں امام ابن شیبہ کے شیخ ہشیم ہیں اور امین ابوبکر بن عیاش ہیں۔ لہذا یہ
روایت سند کے لحاظ سے پہلی سے مختلف ہے۔

(۹) حضرت امام احمد حضرت امام خیمہ امام ابراہیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
كان لا يرفع يديه الا في
اول الصلوة -
وہ دونوں امام صرف نماز کے

الاف فی بدء الصلوة - شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔
(ایضاً)

(۱۰) امام اسماعیل حضرت امام قیس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
کان قیس یرفع یدیه حضرت امام قیس نماز کے شروع
اول ما یدخل فی الصلوة میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر انہیں نہیں
ثم لا یرفعہما۔ اٹھاتے تھے۔
(ایضاً)

(۱۱) حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ
لا ترفع الایدی الالف لا ترفع الایدی الالف
سبع مواطن اذا قمر میں جب نماز کی طرف کھڑا ہو اور جب
الی الصلوة واذا مراعی بیت اللہ کو دیکھے اور صفا پر اور مردہ
البیت وعلی الصفا والمررة اور عزات میں اور مزدلفہ میں
وفي ہرقات وفي جمع اور شیطان کو کنگریاں مارنے وقت۔
وعند الجمار۔

(ایضاً ص ۲۲، مکتب ۲۳)

امیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صرف اس وقت ہاتھ اٹھانے
کو سنت قرار دیا جب نماز کی طرف کھڑے ہوں یعنی تکبیر اولیٰ میں۔ رکوع میں
ہاتھ اٹھانے کو آپ نے سنت نہیں قرار دیا ورنہ اس میں بھی ہاتھ اٹھانے
کا ذکر فرماتے، مگر ہذا کہ رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانا سنت نہیں ہے۔
(۱۲) امام ابن ابی شیبہ امام ابو یوسف بن عیاش سے وہ حسین سے اور وہ امام

حضرت جراح سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ
ما رأیت ابن عمر یرفع میں نے نہ دیکھا ابن عمر رضی اللہ عنہما
یدیه الالف اول ما یفتتح کہ وہ ہاتھ اٹھاتے ہوں مگر نماز
(ایضاً)
کی ابتدا میں۔

(۱۳) جابر اسود اور علقمہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ
انہما کانما یرفعان یدہما وہ دونوں جب نماز شروع کرتے
اذا افتتحا ثم لا یعودان۔ تو ہاتھ اٹھاتے تھے اسکے بعد ہاتھ
(ایضاً)
نہ اٹھاتے تھے۔

(۱۴) حضرت اسود فرماتے ہیں کہ
صلیت مع عمر فلم یرفع میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
یدیه فی شی من صلوتہ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے
الاحین افتتح الصلوة۔ اپنی نماز میں ہاتھ نہ اٹھائے مگر جب
(ایضاً)
آپ نے نماز شروع کی۔

(۱۵) امام عبد الملک مدینہ فرماتے ہیں کہ
سأیت الشعبي وبراہیم و میں نے امام شعبی و امام ابراہیم و
ابا اسحق لایرفعون یدہما امام ابو اسحق تینوں کو دیکھا کہ وہ ہاتھ
الاحین یفتتحون الصلوة۔ نہیں اٹھاتے تھے مگر جب نماز شروع
(ایضاً)
فرماتے۔

یعنی ایک بار شروع میں ہی ہاتھ اٹھاتے پھر نہ اٹھاتے تھے۔
امام ابن ابی شیبہ نے یہ پندرہ احادیث و آثار اپنی سندوں کے
ساتھ روایت کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور آپ کے صحابہ میں سے حضرت برادر بن زب دابن مسعود و عمر فاروق و علی رضی اللہ عنہم
 دابن عمرو دابن عباس اور ان کے علاوہ تابعین و اتباع تابعین صرف نماز کے
 شروع میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کعب
 کے وقت رفع یدین سنت نہیں ہے۔ اور یہ سب سندیں جسدہ ہیں (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)
 (۱۶) شیخ الاسلام امام البیہقی علی بن محمد بن علی بن عثمان بن شیبہ
 اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما
 کے ساتھ نمازیں پڑھیں تو وہ ہاتھ نہیں
 اٹھاتے تھے مگر نماز کے شروع کرتے
 وقت اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ وہ پہلی
 تکبیر کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(مسند امام ابو یوسف ج ۵ ص ۲۷)

اس حدیث میں واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صرف پہلی کجی کے وقت اٹھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

لہذا ثابت ہوا کہ کعب کے وقت رفع یدین کرنا سنت نہیں بلکہ نہ کعب ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہے۔

(۱۷) یہی امام اپنا دوسری سند سے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے

ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے فرمایا کہ
 الا اذ صلی بکم صلوة رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم؟ وفضل
 فلم یرفع یدہ الامور۔

(مسند ابی یوسف ج ۵ ص ۲۸۷) بار اٹھا اٹھایا۔
 یہ حدیث پہلے بھی مسند امام ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے گزری ہے
 گرد و زوں کی سندیں اور کچھ الفاظ مختلف ہیں لیکن دونوں میں قدر مشترک یہ ہے
 کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رکوہ کے وقت رفع یدین ذکر کے اس
 حقیقت کو واضح کر دیا کہ رکوہ کے وقت رفع یدین ذکر اہی سنت ہے۔

(۱۸) امام دارقطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

مسودہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ومع الیسکوم ومع عمر
نرضی اللہ عنہما فلم یرفعوا
ایدہم الا عند التکبیرۃ
الاولی فی افتتاح الصلوۃ۔

(رسن الاقطنی ج ۱ ص ۲۹۵)

(۱۹) نیز اہم دارقطنی بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت سے روایت کرتے ہیں کہ

سہ ماہی
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز کو کھڑے ہوئے

إلى الصلوة فكبر ورفع يديه
حتى ساوى بهما ذنبيه
ثم لم يعد

(سنن الدارقطني ج ۱ ص ۲۹۴)

(۲۰) امام ابو یسلی اپنی سند سے مسلمہ والی حدیث روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

الأصل بكم صلاة رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال فصل
بهم فلم يرفع يديه إلا مرة

(سند ابی یسلی ج ۵ ص ۱۳۴)

(۲۱) امام ابو یسلی ایک دوسری سند سے بھی اسی حدیث کو آگے چل کر روایت کرتے ہیں امیر "یدہ" کی بجائے "یدیلہ" بہ صفت تشبیہ ہے۔

(سند ابی یسلی ج ۵ ص ۱۳۴)

امام علاء الدین ابوبکر بن سعد الکاسانی متوفی ۷۵۰ھ علیہ الرحمۃ جنہیں "مک الملام" کا لقب دیا گیا یعنی علماء کا بادشاہ، اپنی کتاب "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

ان العشرة الذين شهد لهم
رسول الله صلى الله عليه وسلم
بالجنه ما كانوا يرفعون
أيديهم إلا لافتتاح الصلوة

بلاشبہ وہ دس صحابہ جن کے جنتی ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی دی نماز کے شروع کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور ان

وخلد ف هؤلاء قبيح -
بزرگوں کے برعکس کرنا بری بات ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۱)

اس سے ثابت ہوا کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشرہ مبشرہ صحابہ کے عمل کے برعکس ہے اور کہ عشرہ مبشرہ صحابہ کے برعکس عمل کرنا بری بات ہے اور یہ کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنا خلاف سنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلاف سنت عشرہ مبشرہ صحابہ ہونے کی وجہ سے بُری بات ہے۔

حدیث، علماء کو گمراہی میں ڈالنے والی سوا مجتہدین کے

اس سلسلے میں امام ابن عیینہ کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیں: یہ امام سفیان بن عیینہ کہتے ہیں جو امام جعفر صادق ایسی شخصیتوں کے شاگرد اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے استاد اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاد الاساتذہ ہیں جنکی پیدائش مسلمہ کہ ہوئی اور دھال مسلمہ میں ہو۔ جن کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ

لولا مالک وسفيان لذهب
علم الجحانه -
اگر امام مالک اور امام سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جا چکا ہوتا۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۱)

اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ
ما رأيت احدا من الفقهاء
اعلم بالقرآن والتسنن منه -
میں نے فقہاء میں سے کوئی نہیں دیکھا جو امام ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن و سنت کا جاننے والا ہو۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۲۱)

دوست بھی لاتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ

رفع یدیلہ حین افتتاح
الصلاة ثم لم یفرعها
حتی انصرف۔

آپ نے جب نماز شروع کی تو دونوں
ہاتھ اٹھائے پھر انہیں نہ اٹھایا حتی کہ
نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن البیہقی ج ۱ ص ۱۱۱)
 ۲۵۱) امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو جعفر القاسمی
 تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ

ان اباہریرۃ کان یصلی
بہم فکبر کلما خض
ورفع وکان یرفع ید یدہ جن
یکبر ویفتح الصلوۃ
(موطاء امام محمد ص ۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے شروع کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے رکوع کے وقت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اس حدیث کے تحت امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

چنانچہ اس حدیث کے تحت اہم محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

المسئلة ان يكبر الرجل فصلوة
كلما خفض وكما رفع
واذا انحط للسجود كبر
واذا انحط للسجود الثاني
كبر فاما رفع الميدين
فالمسئلة فانتهى رفع

(۲۳) ام ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت براہِ رضی اللہ عنہ دالی

المیدین حذوالاذنین
فی ابتداء الصلوة مرة
واحدة ثم لا یرفع فشیء
من الصلوة بعد ذلك
وفی ذلك آثار كثيرة -
میں ایک ہی بار کانوں کے برابر
ہاتھوں کو اٹھاتے اسکے بعد
نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے
اور اس سلسلے میں بہت سی
حدیثیں ہیں۔

(نوطا امام محمد ص ۳۳)

(۲۶) امام محمد علیہ الرحمہ اپنے شیخ محمد بن ابان بن صالح سے وہ عام بن کلب سے
اور وہ اپنے باپ کلب جرمی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ
رأیت علی بن الج طالب
سمافع یدیه فی التکبیر الاولی
من الصلوة المکتوبة
وکیمر ینحیہما فیما سوی ذلک -
میں نے حضرت علی بن الج طالب
کہ انہوں نے نماز فرض میں پہلی تحیر
میں ہاتھ اٹھائے اور اسکے سوا
نماز میں ہاتھ نہ اٹھائے۔

(ایضاً)

(۲۷) امام محمد اسی حدیث کو اپنی دوسری سند سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے
ابو بکر بن محمد اللہ نہشی نے حدیث بیان کی انہوں نے عام بن کلب
جرمی سے انہوں نے اپنے باپ کلب جرمی سے روایت کی اور کلب
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحابہ شاگرد ہیں سے تھے انہوں نے کہا۔

ان علی بن الج طالب کرم اللہ
وجہہ مکان یرفع یدیه فی
التکبیر الاولی التي یفتح
بها الصلوة ثم لا یرفعہما
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس تحیر
میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے
ہاتھ اٹھاتے تھے پھر انہیں
نماز میں کہیں بھی نہیں

فتی من الصلوة (مطلوب من) اٹھاتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت
جو انہوں نے اپنی سند سے کہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔
(۲۸) امام محمد اپنی سند کے ساتھ حضرت مسند العزیز بن حکیم سے روایت کرتے
ہیں انہوں نے فرمایا کہ

رأیت ابن عمر یرفع یدیه میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
حذاء اذنیہ فی اول تکبیرہ کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع کی تکبیر میں
افتتاح الصلوة ولہم من فہما اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور
فہما سوی ذلک۔ اسکے سوا باقی نماز میں ہاتھ نہیں
(منظاہ من) اٹھاتے تھے۔

(۲۹) امام محمد علیہ السلام اپنی سند کے ساتھ امام ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف نماز کے
شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

مرسلات نخعی مجتہد ہیں

ہاں یہ سوال کہ امام ابراہیم کی علالت بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت میں اسل
ہے کیونکہ ان کی علالت بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہیں میں
کوئی واسطہ ہے جس کو انہوں نے چھوڑ دیا؟ اس کا جواب یہ ہے حضرت
امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ کی عادت کہ یہ تھی کہ جب انہوں نے حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کسی ایک شاگرد سے روایت سنی ہوتی ہے تو

روایت کرتے وقت اس کا نام لیتے ہیں اور جب انہوں نے وہ روایت ان کے کئی کئی شاگردوں سے سُنی ہوتی ہے تو یہ خیال کر کے کہ وہ کس کس کا نام ہیں جب کہ سارے ہی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں تو اس وقت وہ کسی ایک کا نام لئے بغیر "عن عبد اللہ بن مسعود" کہہ کر روایت فرماتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے شاگردوں سے سُنی ہے۔

چنانچہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ ترمذی کی کتاب العلل میں اپنی سند کے ساتھ امام اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے عرض کی آپ میرے لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے سند بیان فرمائیں تو امام ابراہیم نے فرمایا کہ

اذا حدثتکم عن عبد اللہ جب میں تمہیں کسی ایک شخص کا نام نہ کر
فہو اللہ سمعت واذا قلت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کر دوں
قال عبد اللہ فہو عن ترمذی ایک شخص ہے جس سے میں نے
غیر واحد عن عبد اللہ وہ روایت سُنی اور جب میں کہوں
(صحیح التہذیب ج ۲ ص ۱۲۹) حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا
(یا فلاں کام کیا) تو اس کیس نے حضرت
عبد اللہ بن مسعود کے کئی ایک شاگردوں کو سنا ہوتا ہے۔

اور امام ابن سعد کی طبقات میں ہے کہ آپ نے امام اعظمی سے فرمایا:
اذا قلت قال عبد اللہ فقد کہ جب میں کہوں حضرت عبد اللہ بن
سمعت من غیر واحد من مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ان
اصحابہ واذا قلت حدثنی کہ وہ بات میں نے ان کے کئی ایک

فلان فحدثنی فلان " شاگردوں سے سُنی ہوتی ہے اور جب
(طبقات ابن سعد) کہوں کہ مجھے فلاں نے یہ بات پہنچائی
(ج ۶ ص ۱۲۹) تو اسی ایک ہی نے پہنچائی یعنی وہ بات
میں نے ان کے اسی ایک شاگرد ہی سے سُنی ہوتی ہے اس لئے میں اس کا
نام ذکر کر دیتا ہوں؟

اس لئے حضرت ابراہیم نخعی کی مُرسَل حدیث کہ حدیث صحیح قرار دیا گیا ہے
چنانچہ امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں
انہوں نے فرمایا "مُرسَلات ابراہیم صحیحہ الخ (سنن البیہقی ج ۱ ص ۱۲۹) کہ
امام ابراہیم نخعی کی مُرسَل حدیثیں صحیح حدیث کا درجہ رکھتی ہیں۔

لہذا امام ابراہیم کی یہ مُرسَل حدیث جو رفع یدین نہ کرنے سے متعلق حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ حدیث صحیح ہے۔
(۲۰) امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام عبد الرزاق علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الصنف میں
اپنی سند کے ساتھ امام ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا انہوں نے فرمایا کہ

اصلی بکم صلوة رسول اللہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلی کی ہی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں تو آپ نے
فلہم یرفع یدہ الالف نماز پڑھتی تو آپ صرف پہلے بار رفع یدین
اول مرة کیا پھر نہ کیا۔

(صحیح ترمذی ج ۱ ص ۲۵۷)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت براہ بن عازب کی
حدیث بھی ہے پھر فرماتے ہیں کہ

حدیث ابن مسعود حدیث
حسن و بہ ليقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب
النبي صلى الله عليه وسلم
والتابعين وهو قول سفيان
واهل الكوفة.

(مصحح الترمذی ج ۱ ص ۳۵)
امام ترمذی کے اس فرمان سے کئی ایک سال واضح ہو گئے ایک یہ کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود صرف ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔ دوسرا یہ کہ حضرت
براہ بن عازب رضی اللہ عنہ بھی ایک بار رفع یدین کرتے تھے اور ان سے اس
بار سے میں حدیث مرفوع بھی آئی ہے۔ تیسرا یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی
حدیث، حدیث حسن ہے۔ ضعیف نہیں ہے جو اسے
ضعیف کہتے ہیں غلط کہتے ہیں۔ چوتھا یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود و براہ
بن عازب کے علاوہ کئی ایک تابعین بھی ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔
چھٹا یہ کہ امام سفيان ثوری بھی ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔ ساتواں یہ کہ
کوفہ کے فقہاء کرام بھی ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔ آٹھواں یہ کہ اگر
ان صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رکوع کے وقت
رفع یدین نہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو یہ کبھی بھی اس عمل کو ترک نہ کرتے۔
نواں یہ کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و
صحابہ و تابعین کے مذہب کے مطابق ہے۔

جواب حدیث "حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ"

راہ سوال کہ امام بیہقی
نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے
اور جب رکوع میں جاتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے اور آپ
جو دمیں ایسا نہ کرتے تھے تو آپ کی ہمیشہ یہی نماز ہی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ
سے جا رہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رفع یدین کا عمل ترک نہیں ہوا بلکہ آپ کا یہ
عمل عمر بھر رہا۔

اس کا جواب ایک تہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے۔

"فَعَمَّا رَأَيْتَ تِلْكَ صَلَواتِ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى" کے
جملہ کا تعلق اس سے پہلے جملہ "وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ"
کے ساتھ ہو یعنی آپ جو دمیں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آخر عمر میں
نہ آپ کی یہی نماز ہی۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے کیونکہ خود حضرت
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مگر ہم
پہلے احادیث بیان کر چکے ہیں اور مزید بھی بیان کریں گے۔ اور دوسرا
جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں کچھ راوی ایسے ہیں جن کی وجہ سے
یہ حدیث دلیل بننے کے قابل نہیں رہتی چہ تخریج اس کی سند میں ایک
عصمتہ بن محمد انصاری راوی ہے۔ حبل کے بارے میں امام ابو عبد اللہ
محمد بن احمد بن عثمان الذہبی علیہ الرحمۃ متوفی ۷۴۸ھ اپنی کتاب:

”میزان الاعتدال“ میں فرماتے ہیں کہ
 عصمة بن محمد، قال ابو حامد
 ليس بالقوي وقال يحيى:
 كذاب يضع الحديث وقال
 العقيلي حدثنا ابو طویل
 عن الثقات وقال الدارقطني
 متروك
 اور دارقطني نے کہا کہ متروک ہے۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۲ ص ۶۵)

اسی طرح اسکی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن قریش بھی ہے
 اسکے بارے میں بھی میزان الاعتدال میں ہے کہ امام سلیمان نے اس پر حدیثیں
 گھڑنے کا اتہام عائد فرمایا۔ لہذا یہ حدیث بھی حجت نہیں اور اسکے علاوہ
 اس میں جواب نمبر ایک کی تاویل بھی منقول ہے۔

(۲۴) امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۰ھ اپنی مشہور کتاب ”شرح معانی
 الآثار“ میں اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِذَا كَانَ لَا فِتْحَاحَ الصَّلَاةِ
 سَرَفَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ
 ابْهَامَاهُ قَرِيبَا مِنْ شَحْمَتِي
 إِذْنِيهِ شَمْلًا يَعُودُ -
 (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۱)
 نبی کریم ﷺ جب نماز شروع
 کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے تو دونوں ہاتھ
 اُپر اٹھاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے
 آپ کے دونوں کانوں کی کونوںوں کے قریب ہوتے اسکے
 بعد آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث سے ایک تویہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے بلکہ آپ نے ترک فرما دیا
 تھا۔ لہذا رفع یدین سنت نہ ہوا اور دوسرا یہ کہ پہلی تکبیر میں جب ہاتھ اٹھاتے
 جائیں تو ان کے انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی کونوںوں تک اٹھانا چاہیئے۔
 (۳۵) امام طحاوی نے اسی حدیث کو ایک دوسری سند کے ساتھ بھی روایت
 کیا۔ پہلی والی سند میں امام طحاوی کے شیخ امام ابو بکرہ کی سند ہے اور دوسری
 میں ان کے شیخ امام ابن ابی داؤد کی سند ہے، الفاظ ایک سے ہیں بس
 ہم نے ان کا اعادہ نہیں کیا۔

(۳۶) امام طحاوی نے اسی حدیث کو اپنی ایک اور سند سے روایت کیا ہے جو
 ان کے شیخ محمد بن نمان کی سند سے ہے۔

(۲۷) امام طحاوی اپنے شیخ ابن ابی داؤد کی سند کے ذریعے حضرت عبد اللہ
 بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقَوْلِ
 تَكْبِيرَةً ثُمَّ لَا يَعُودُ -
 (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۱)
 کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے
 تھے پھر نہ اٹھاتے تھے۔

(۲۸) امام طحاوی اپنے شیخ ابو بکرہ سے وہ منقول ہے وہ سفیان سے وہ
 مغیرہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام
 ابو یوسف غفرلہ سے کہا کہ داؤد بن جحر کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نماز شروع فرمائی تو رفع یدین
 کیا اور جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا۔ تو امام ابو یوسف

نحی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

ان کان وائل راہ مرة
یفعل ذلک فقد راہ
عبد اللہ خمسین مرة
لا یفعل ذلک -
(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۱)

(۳۹) امام طحاوی اپنے شیخ احمد بن داؤد کی سند کے ذریعے عمرو بن مرة سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں حضروت کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں علقمہ بن وائل کو دیکھا جو اپنے باپ وائل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے تو میں نے امام ابراہیم نحی علیہ الرحمۃ کو یہ بتایا تو آپ ناراض ہو کر فرمایا کہ کیا؟

سراہ وکم فیہ ابن
مسعود ولا اصحابہ -
(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۱)

(۴۰) امام طحاوی اپنے شیخ ابوبکر کی سند کے ذریعے حضرت کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ

ان علیاً رضی اللہ عنہ کان
یرفع یدیه فی اول تکبیر
من الصلوۃ ثم لا یرفع
بعد (ایضاً)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اُس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

(۴۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جہاں رفع یدین مروی ہے وہاں خود ان کے ہم یدین بھی ثابت ہے چنانچہ امام طحاوی علیہ الرحمۃ اپنے شیخ ابن ابی داؤد کی سند کے ساتھ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

صلیٰ خلف ابن عمر فلم
یکن ید یلہ الاف
التکبیر الاولیٰ من الصلوۃ -
میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھیں تو وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کی پہلی تکبیر میں اس حدیث کو امام طحاوی روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

فہذا ابن عمر قد راہ ای التبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یرفع ثم قد ترک ہوا لرفع
بعد التبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلا یكون ذلک الا وقد
ثبت عندہ نسخ ماہ ای
التبی صلی اللہ علیہ وسلم
فعلہ وقامت الحجة علیہ
بذلک -
پس یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں بلاشبہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے بعد رفع یدین چھوڑ دیا۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس طرح کہ ان کے نزدیک اس چیز کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اس نسخ سے ان پر حجت قائم ہو چکی۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۱)
یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا اور اس کی روایت کی اور خود بھی کرتے رہے پھر انہوں نے رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تو ان کا رفع یدین کے عمل کو چھوڑنا

اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کے نزدیک یہ ثبوت ہو گئی کہ رُفَعِ یدین منورخ ہو گیا اور اس سلسلے میں ان پر پوری طرح حجت قائم ہو چکی اگر ان پر حجت قائم نہ ہوتی ہوتی اور اس عمل کا منورخ ہونا ان کے نزدیک ثابت نہ ہوا ہوتا تو وہ کبھی بھی اس عمل کو نہ پھر دیتے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ رُفَعِ یدین کا عمل منورخ ہوا اور جو عمل منورخ ہو جائے وہ سُنت نہیں ہو سکتا لہذا رُفَعِ یدین کا عمل سُنت نہ ہوا۔

(۲۲) امام طحاوی علیہ الرحمہ اپنے شیخ ابن ابی داؤد کی سند کے ساتھ حضرت اسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ

سأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیه فی قول تکبیر ثم لا یعود۔ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی تکبیر میں رُفَعِ یدین کرتے تھے پھر پس کرتے تھے۔

اس حدیث کے بعد امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

فهذا عمل لم یکن یرفع یدیه ایضاً الا فی التکبیر الاول فی هذا الحدیث وهو حدیث صحیح (الانقال) فتروی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه فی الركوع والسجود وعلم پس یہ عمر رضی اللہ عنہ، بھی اس حدیث میں رُفَعِ یدین نہ کرتے تھے مگر پہلی تکبیر میں اور یہ حدیث صحیح ہے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ حضرت عمر پر یہ غلطی رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں رُفَعِ یدین کرتے تھے اور اسے ترک نہیں فرمایا تھا اور حضرت داؤد جو حضرت عمر سے کم مرتبہ کے ہیں انہیں

ذلك من دونه، ومن هو معه يراه يفعل غير ما سألني رسول الله يفعل ثم لا ينكر ذلك عليه هذا عندنا حال وفعل عمر هذا وترك اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اياه على ذلك دليل صحيح ان ذلك هو الحق الذي لا ينفى لاحد خلافة۔ ہی اس کا علم تھا؟ اور یہ کہ جو حضرت عمر کے ہمراہ صحابہ تھے وہ دیکھتے تھے کہ حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کرتے دیکھا اسکے خلاف کرتے ہیں پھر انہیں ٹوکا یہ ہمارے نزدیک حال ہے اور حضرت عمر کا یہ فعل یعنی رُفَعِ یدین نہ کرنا اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو اس پر چھوڑ دینا اس بات کی صحیح دلیل ہے کہ رُفَعِ یدین نہ کرنا ہی وہ حق بات ہے کہ کسی ایک کو بھی اسکے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۷)

(۲۳) سیدنا زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اپنی سند میں اسی سند کے ساتھ یعنی اپنے باپ علی بن حسین سے اور وہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ آپ

انه كان يرفع یدیه فی التکبیر الاولی الی فروع اذینہ ثم لا یرفعهما حتی یقتضی صلوته۔ یہی تکبیر میں کانوں کی روڑوں تک اٹھا اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے حتیٰ کہ اپنی نماز پوری کر لیتے۔

(مسند امام احمد بن حنبلہ ج ۱ ص ۱۸۷)

یہ سنہری سند ہے اسمیں تمام راوی جرح و ثبح سے بالقد ہیں امام زید
 علیہ السلام میں تہمید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ آپ حضرت امام زین العابدین کے
 صاحبزادے اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور امام جعفر صادق
 رضی اللہ عنہ کے چچا اور استاد بھی ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے
 پرستے اور سیدنا علی المرتضیٰ کے پڑپڑتے ہیں اور آپ امام زہری و امام غزالی
 و شعبہ وغیرہم ایسے جلیل القدر محدثین کے بھی استاد ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ

امام ابن حبان نے آپ کا شمار ثقہ راویوں میں کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ
 انہوں نے بعض صحابہ کرام کی بھی زیارت کی ہے۔

اور امام ذہبی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا کہ

”الرافضۃ حرج و حرب شیعوں کے میری اور میرے باپ
 الیٰ فی الدنیا و الآخرۃ“ کی دنیا اور آخرت میں رزائی ہے۔
 (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۱۱)

لہذا امام زید بن علی رضی اللہ عنہ ائمہ اہل سنت میں سے ہیں اور حجت ہیں۔
 انہوں نے بھی اپنی سنہری سند کے ساتھ یہ روایت فرمائی کہ حضرت علی مرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

رفع یدین نہ کرنے کی ایک عقلی دلیل | رکوع کی تکبیر میں رفع یدین

کرنے کی ایک عجیب عقلی اور منطقی دلیل بیان کی جاتی ہے تائین اس پر غور فرمائیں :
 وہ یہ کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین ہے اور اس کی
 پر بھی اتفاق ہے کہ سجدہ کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے البتہ رکوع کی تکبیر میں
 اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اسمیں رفع یدین ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں ہے
 جو اسمیں رفع یدین کو سنون کہتے ہیں وہ اسے تکبیر اولیٰ کے ساتھ لاحق کرتے
 ہیں یعنی اسے پہلی تکبیر سے ملاتے ہیں، چونکہ پہلی تکبیر میں رفع یدین ہے لہذا
 اسمیں بھی رفع یدین ہونا چاہیئے اور جو اسمیں رفع یدین کو سنون نہیں کہتے وہ
 اسے سجدہ کی تکبیر کے ساتھ ملاتے ہیں چونکہ سجدہ کی تکبیر میں رفع یدین کو سنون
 نہیں ہے، اس لئے رکوع کی تکبیر میں بھی رفع یدین کو سنون نہیں ہونا چاہیئے
 اب ہمیں حقیقت میں نگاہوں اور عقل و دانش کے طریقے سے دیکھنا ہے
 وہ یہ کہ ”حقیقت رکوع سجدہ کو مانے کا ہی ذریعہ ہے“ اس لئے رکوع اور
 سجدہ کا بعض وجہ سے ایک حکم ہے مثلاً جیسے خیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے ایسے
 ہی خیر اللہ کے آگے رکوع کرنا بھی حرام ہے۔ جبکہ قیام جس کا تعلق پہلی تکبیر سے
 ہے ایسا نہیں ہے ہم خیر اللہ کے لئے قیام تعظیمی کرتے ہیں بلکہ کسی بزرگ شخصیت
 کے لئے قیام تعظیمی کو مستحب سمجھتے ہیں اس سلسلے میں دلائل دیکھنا پائیں تو ہمارا
 کتاب ”قیام تعظیم“ ملاحظہ فرمائیں اور سجدہ تلاوت والی آیت پڑھکر وہاں
 ہی رکوع کر لیں اور رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لیں تو اسی سے سجدہ تلاوت
 بھی ادا ہو جائے گا۔ عرض یہ کہ رکوع اور سجدہ ایک دوسرے سے بہت ہی
 قریب مناسبت و موافقت رکھتے ہیں اور دونوں کی حقیقت بھی ایک ہے
 یعنی انحناء اور جھکنا تو چونکہ رکوع کا تعلق پہلی تکبیر کے مقابل میں سجدہ کے ساتھ
 گہرا ہے اور علاوہ ازیں پہلی تکبیر میں رکوع کی تسبیح سنون اور سجدہ کی بھی

سکون ہے ان دونوں میں سے کوئی تکبیر مزدوری نہیں ہے، رکوع کی تکبیر اگر رہ جائے تو نماز میں فرق نہیں آئے گا اسی طرح اگر سجدہ کی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز میں فرق نہیں آئے گا لیکن اگر پہلی تکبیر رہ جائے تو نماز ہی نہ ہوگی کیونکہ یہ تکبیر فرض ہے۔ لہذا رکوع کی تکبیر کا اس سے تعلق نہ ہوا بلکہ سجدہ کی تکبیر سے ہوا یعنی سنت ہونے کی حیثیت سے کہ یہ دونوں تکبیریں سنت ہیں اس لئے جب سجدہ کی تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے تو رکوع کی تکبیر میں بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

رہا یہ سوال کہ پھر شروع میں اسیں رفع یدین کیوں تھا کیسا اس وقت یہ تکبیر اولیٰ سے متعلق تھی اور فرض تھی؟ حالانکہ اس وقت بھی فرض نہ تھی اس کے باوجود اسیں رفع یدین ہوتا تھا؟ جواب۔

فلسفہ رفع یدین | اس کا جواب یہ ہے کہ رفع یدین یعنی ہاتھ اٹھانا دراصل اللہ تعالیٰ کی اس بڑائی کا اشارہ کی صورت میں تھا ہے جو تکبیر سے ظاہر ہوتی ہے۔ شروع میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبرائی اور اس کی بڑائی کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ اور بچتہ کرنے کے لئے رکوع میں ہاتھ اٹھایا جاتا تھا جب دیکھا گیا کہ سجدہ کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی توصیف اور اس کی بڑائی راسخ اور جاگزیں ہو چکی ہے تو پہلی تکبیر کے وقت تو رفع یدین کو باقی رکھا گیا کیونکہ وہ فرض ہے اور اسی سے نماز کی ابتداء ہوتی ہے اور مناسب ہے کہ جب زبان کیساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار ہو تو ساتھ ہی اشارہ سے بھی ہو اور اس کے بعد چونکہ نماز شروع ہو چکی بندہ اپنے خدا سے قدوس سے ہم کلام ہو گیا اب آخر تک سکون ہی مناسب ہے۔

لہذا آئندہ تکبیروں میں خواہ رکوع کی ہوں یا سجدہ کی رفع یدین کی ضرورت نہیں کیونکہ بار بار ہاتھ اٹھانا نماز کی طرف بھرتی پانے خالی دھماک کی برگاہ کی طرف کمال قریب اور اس سے پرسکون مناجات کے معانی ہے اس لئے رکوع کے وقت رفع یدین کو منسوخ و ممنوع فرما دیا گیا۔

(۴۴) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ ابو زکریا والی سند کے ساتھ حضرت برادر بن عازب والی حدیث روایت فرماتے ہیں جس کا متن پہلے گزر چکا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین فرماتے پھر نہ فرماتے تھے۔

(بیہقی ج ۱ ص ۶۱)

ازالہ شبہ

اس میں یزید بن ابی زید راوی کی سند سے "ثم لا یعود" پھر عود نہیں فرماتے تھے یعنی دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے، کے لفظ پر امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اگرچہ تنقید فرمائی ہے کہ یزید بن ابی زید نے جب پہلے یہ روایت کی تو اس وقت حدیث میں "ثم لا یعود" کا جملہ روایت نہیں کیا یہ جملہ انہوں نے بعد میں شامل کیا چنانچہ امام سفیان کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے پہلے یہ حدیث "ثم لا یعود" کے جملہ کے بغیر بتائی پھر جب میں کہہ گیا تو ان سے ملاقات کی تو میں نے انہیں اس حدیث کو روایت کرتے سنا تو انہوں نے اسیں "ثم لا یعود" کا جملہ بڑھا دیا تھا تو میں سمجھا کہ انہوں نے (مجھ کو سن) انہیں یہ جملہ یاد دلایا ہے وہ بھول چکے تھے تو ان کے یاد دلانے پر انہوں نے اسے بعد میں بڑھا دیا۔ اور اس حدیث کو سفیان ثوری و زہیر بن معاویہ و شیم و غیرہ اہل علم نے بھی یزید بن ابی زید سے

روایت کیا ہے۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی "ثم لا یجوز" کا جملہ روایت نہیں کیا۔ (بہیقی ج ۱ ص ۱۲)

راقم عرض کرتا ہے کہ امام بہیقی علیہ الرحمۃ اس قدر عظیم الشان علمی و روحانی شخصیت ہیں بلکہ آسمان علم و عرفان کا نہایت ہی روشن ستارہ ہیں مگر شاید آپ کی ترجمان اس طرف مسبذ دل نہیں ہوئی کہ اس حدیث کو مشیم اور شریک اور ایک دوسرے گروہ نے ان سے روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں "ثم لم یعد" کا جملہ موجود ہے۔ چنانچہ امام حافظ البراء عبد العزیز بن عدی البحرانی علیہ الرحمۃ متوفی ۲۶۱ھ اپنی کتاب "الکامل" میں فرماتے ہیں کہ

وساواه هشیم وشریک و
جماعة معهما عن یزید
باسناده وقالوا فیہ
"ثم لم یعد"
(الکامل فیضعفاء الرجال ج ۲ ص ۲۴۰)

اچھٹھ۔ امام بہیقی علیہ الرحمۃ کا اعتراض سنی ہو گیا اور ثابت ہوا کہ جملہ "ثم لا یجوز" بعد ازاں نہیں چھپا امام بہیقی علیہ الرحمۃ بھی یزید بن ابی زیاد کی روایت اپنے شیخ ابو سعد البیہقی کی سند سے لائے ہیں جس میں ہے کہ حضرت بلال بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔

(بہیقی ج ۲ ص ۱۲)

امام بہیقی علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ یزید بن ابی زیاد کی یہ حدیث متعارض ہے کبھی وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر کہتے ہیں کہ نہیں کرتے تھے اس لئے یہ قابل اعتماد نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بہیقی نے جو رکوع کے وقت رفع یدین کرنا روایت فرمائی ہے وہی ناقابل اعتماد ہے۔ اس لئے کہ اس کی سند میں جس کے ساتھ امام بہیقی نے یہ حدیث روایت فرمائی ہے ایک راوی ابراہیم بن بشار ہے وہ ناقابل اعتبار راوی ہے۔

چنانچہ امام ذہبی علیہ الرحمۃ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ یہ سفیان بن عیینہ کا شاگرد ہے۔

کان یملی علی المتاس ما
یسمعون من سفیان و
کان ربما ملی علیہم
مالہم یجمعوا وکانہ
یغیر اللفاظ فیكون
زیادة لیست فی الحدیث
واللہ انہ قالہ وقال
ابن معین لیس بشی و
قال النسائی لیس بالقوی
(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۱۰)

اچھٹھ۔ اس سے امام بہیقی علیہ الرحمۃ کا یہ اعتراض بھی ساقط ہو گیا اور ان کی فرمودہ حدیث جس کا عدم رفع یدین سے تعارض ہوتا تھا خود ہی

معتبر رہی کہ اسکی سند میں واقع راوی ابراہیم بن بشار ناقابل اعتبار ہے۔
لہذا حضرت بار بن عازب کی عدم رفع یدین والی حدیث اپنے محل پر مستبر قرار پائی۔
(۴۵) امام بیہقی اپنے شیخ ابو طاهر الفقیہ کی سند کے ساتھ حضرت ملقہ
کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبید بن مسعود رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی نماز پر ٹھکر
دکھاتا ہوں تو انہوں نے نماز پڑھی اسیں ایک ہی بار رفع یدین فرمایا۔
(بیہقی ج ۲ ص ۲۸)

(۴۶) امام بیہقی نے یہ حدیث بھی سند کے ساتھ روایت کی کہ حضرت عبید
بن مسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھیں
وہ نماز کی پہلی بجیر کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
(بیہقی ج ۲ ص ۲۸، ص ۲۹)

یاد رہے کہ مختلف محدثین جب کسی ایک حدیث کو اپنی اپنی مختلف
سندوں سے روایت کرتے ہیں تو ہر ایک ایک سند کے لحاظ ان حدیثوں
کو شمار کیا جاتا ہے۔ اس طرح ہم نے چھالیس حدیثیں پیش کر دی ہیں جن
سے ثابت ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفاء راشدین اور
عشرہ مبشرہ و دیگر صحابہ نے رکوع کے وقت رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔
اس لئے وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے بلکہ یہ بھی ثابت کر کے کہ اس
عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا تھا لہذا رکوع سے پہلے
اور بعد رفع یدین سنت ہونے کی بجائے ممنوع ٹھہرا۔

رفع یدین کا قرآن سے ثبوت اور اس کا جواب

ایک ائمہ حدیث کہلاتا ہوا لے صاحب پھر سے فرمانے لگے کہ رکوع کے
وقت رفع یدین کرنے کا تو قرآن سے بھی ثبوت ملتا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں
نے سنن بیہقی کی یہ حدیث بیان فرمائی (ترجمہ لاحظہ فرمائیں) کہ

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ ”انا اعطیناک
الکوکب فیصل لکرتاب واخر“ اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ اے جبریل یہ کیسی قرآنی ہے جس
کا اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا؟ انہوں نے عرض کی کہ یہ قرآنی نہیں
ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ نماز شروع
کرتے وقت تکبیر کہیں تو دونوں ہاتھوں کو اٹھائیں اور
رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھائیں تو رفع یدین کریں بے شک
یہ ہماری نماز ہے اور ان فرشتوں کی جو سات آسمانوں میں ہیں؟
(سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸، ص ۲۹)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رفع یدین کرنا قرآن کی کڑی سے ثابت ہے
اور یہ کہ مقرب فرشتوں اور خصوصاً حضرت جبریل علیہ السلام کی نماز ہے۔

جواب: راقم نے اس کا جواب عرض کیا کہ نحر کے یہ معنی لذت
میں آتے ہی نہیں ہیں کہ تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں اور نہ ہی
امر تفاسیر میں سے کبھی امام نے یہ معنی کئے ہیں۔ پھر بالفرض اسے حکم مان
بھی لیں تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی احکام ممنوع فرمائے یہ بھی ممنوع ہوا۔

اسکے علاوہ یہ حدیث مرفوعہ من گھڑت ہے چنانچہ اسکی سند میں اسرائیل بن حاتم ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے امام ذہبی نے ساتھ ہی اس حدیث کو بھی بیان کر دیا کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔

(ملاحظہ ہو)

اسرائیل بن حاتم، ابو عبد اللہ
عن مقاتل بن حیان
قال ابن حبان : راوی
عن مقاتل الموضوعات و
ابو وايد والطامات، من
ذلك خبر ميرويه عمر بن صبح
عن مقاتل، وظفر به
اسرائيل فرواه عن مقاتل
عن الاصبغ بن نباته،
عن علي : لما نزلت "فصل
الفتح والخير" قال يا جبريل
ما هذه الضيق ؟ الخ
(ميزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۱)
اے جبریل یہ کیسی قرآنی ہے آگے پڑھیں روایت بیان کی گئی ہے۔
مسلم ہوا کہ یہ روایت من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔

رفع یدین کی منسوختیت | رکوع کے وقت رفع یدین کا

منوخ ہونا ایک ترخصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے عمل سے بھی ثابت ہے اس سلسلے میں اگر کوئی دوسری دلیل نہ بھی ہوتی جب بھی اس قدر کافی تھا کہ آپ کے صحابہ نے آپ کو بوجھا آپ نے رکوع کے وقت رفع یدین نہیں فرمایا۔ پھر غلطی راستہ میں پھر عشرہ مبشرہ صحابہ کا رفع یدین نہ کرنا بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ عمل متردک و منوخ ہو گیا تھا۔ اسکے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان اقدس سے بھی رفع یدین کرنے سے منع فرما دیا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کی تلقین فرمائی چنانچہ یہ حدیث صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ

خرج علينا رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم
فقال مالي اراكم راغبي
ايديكم كانها اذا ناب
خيل تشبى اسكوا في
التكوة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ ہاتھ اُپر اٹھاتے ہو گویا کہ وہ بے چین گھوڑوں کے دم ہیں اُپر نیچے ہو رہے ہیں

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

یہاں حضرت جابر بن عمر کی ایک اور حدیث بھی ہے جسکی عبارت یوں ہے کہ حضرت جابر بن عمر فرماتے ہیں کہ

صليت مع رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم
فكنا اذا سلمنا قلنا
بأيدينا السلام عليكم
السلام عليكم، فنظر اليها
بينما نزلت عليه وسلم
فكنا اذا سلمنا قلنا
بأيدينا السلام عليكم
السلام عليكم، فنظر اليها

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی تو ہم جب سلام پھیرتے تو ہم ہاتھ سے اشارہ کرتے السلام علیکم، تو آپ نے ہماری طرف دیکھا تو فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقال ما شانکم تشيرون
بايديكم كانها اذا ناب
خيل شئمن اذا سلم احدكم
فليلفت الي صاحبته
ولا يؤمى بیده۔

تمہیں کیا ہوا تم اپنے ہاتھوں سے
اشارہ کرتے ہو گویا کہ تمہارے ہاتھ
بے چین گھوڑے کی دم میں توجہ
تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو
اپنے ساتھی کی طرف توجہ کرے اور
ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸)

یہ دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث کے ذریعے رفع یدین ذکر کرنے اور
نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں نماز سے
سلام پھیرتے وقت جو ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے اس سے منع فرمایا گیا۔
جبکہ پہلی حدیث میں نہ سلام کا ذکر ہے اور نہ سلام کے وقت
اشارہ کرنے کا، جبکہ دوسری حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ لہذا دونوں
حدیثوں کو اپنے اپنے محل پر رکھنا چاہئے ان کو ایک حدیث قرار نہیں دینا
چاہئے۔ حدیثوں کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں کا موضوع مختلف
ہے۔ یعنی ان میں سے پہلی حدیث کا موضوع اور ہے اور دوسری کا اور۔
پہلی حدیث سے کسی اور چیز سے منع کیا گیا ہے اور دوسری میں کسی اور چیز
سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ ہم پہلی حدیث کو اجمال اور دوسری
کو اسکی تفصیل و تفسیر قرار دیں۔ اور اسکے کئی ایک درج ذیل وجوہات ہیں۔
① ایک یہ کہ پہلی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان

”اسكنوا في الصلوة“ ان کے نماز کے اندر ہاتھ اٹھانے کے
بارے میں وارد ہوا۔ چنانچہ نئی تشریف کی اس حدیث سے بھی اسکی
تائید ہوتی ہے۔

”عن جابر بن سمرة قال: حضرت جابر بن سمرة فرماتے ہیں کہ
خرج علينا رسول الله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تشریف لائے جبکہ ہم نماز
نہیں سہارا فاعلوا ايدينا في الصلوة۔ میں رفع یدین کرتے تھے تو آپ
دستاباں ہوتے (ج ۱ ص ۱۸) نے فرمایا کہ ان کو کیا ہو گیا کہ وہ ہاتھوں
کو نماز میں بند کرتے ہیں گویا کہ سرکش گھوڑے کی دم میں نماز میں سکون
اختیار کر دے“

اس حدیث میں ”سرا فاعلوا ايدينا في الصلوة“ کا جملہ غرض ہے
کہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔ اور آپ نے فرمایا ”اسكنوا
في الصلوة“ کہ نماز کے اندر سکون اختیار کر دو۔ اسکے برعکس
دوسری حدیث میں یہ بات ہی نہیں ہے کہ ہم نماز میں رفع یدین کرتے تھے
اور نہ ہی یہ الفاظ ہیں کہ نماز میں سکون اختیار کر دو۔ بلکہ ہمیں نہ ہے کہ جب
تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے ساتھ والے کی طرف دیکھے اور
ہاتھ سے اشارہ نہ کرے کیونکہ ان کا ہاتھ اٹھانا سلام کے وقت تھا اور یہ
حالت نماز کے اندر کی نہیں بلکہ نماز سے باہر آنے کی ہے لہذا اس دوسری
حدیث میں ”اسكنوا في الصلوة“ نہیں آیا۔

② دوسرا یہ کہ حدیث اذل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
گھر مبارک سے تشریف لانے کا ذکر ہے اس موقع پر آپ ان

کے ساتھ اس نماز میں شریک نہ تھے چنانچہ مسند امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ واضح طور پر ہیں کہ

اِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ
الْمَسْجِدَ فَاَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ
رَفَعُوا اَيْدِيَهُمْ فَقَالَ قَدْ
رَفَعُوْهَا كَاَنُهَا اِذَا نَابَ
الْخَيْلُ الشَّمْسُ اسْكُنُوا
فَالصَّلٰوةَ

حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے ہیں تو فرمایا یہ لوگ ہاتھ اُپر کرتے ہیں گویا ان کے ہاتھ سرکش ٹھوڑوں کی قوس ہیں۔

(مسند امام احمد ج ۵ ص ۹۳)

اے برعکس دوسری حدیث میں جو نماز میں ہاتھوں کا اٹھانا مذکور ہے اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تھے جیسا کہ اس حدیث کے ان الفاظ سے واضح ہے ”صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ اور بعض روایات میں ہے ”کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ ذکر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی یا جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے تو جب ہم سلام پھیرتے تو ہم ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہتے: السلام علیکم

(۳۲) تیسری کہ پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رفع یدین کرنا نمازیوں میں سے محرم لوگوں کا فعل تھا ابدیہ وہ لوگ تھے جو اس وقت مسجد فاضل پڑھ رہے تھے خواہ وہ سب کے سب کرہے تھے یا ان میں سے کچھ کرہے تھے ان حضرات کے سوا جو اس وقت نماز میں ہی نہیں تھے۔ لیکن اسکے

برعکس دوسری حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس رفع یدین سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا وہ سب کا فعل تھا۔

(۳۱) چوتھا یہ کہ پہلی حدیث میں ایک لفظ عام ”اسکُنُوا فِي الصَّلٰوةِ“ کہ نماز میں سکون اختیار کرو، کے ذریعے رفع یدین سے منع کیا گیا ہے جبکہ دوسری حدیث میں نماز کی ایک مخصوص حالت یعنی سلام پھیرنے کی حالت میں اشارہ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثابت ہو گیا کہ دونوں حدیثیں الگ الگ موضوع رکھتی ہیں۔ پہلی حدیث کا موضوع نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع کرنا اور سکون اختیار کرنا ہے جبکہ دوسری حدیث کا موضوع نماز سے فراغت کی حالت میں سلام پھیرتے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے سے منع کرنا ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل اور آپ کے فرمان دونوں سے رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کی ممانعت ثابت ہو گئی۔

اس موضوع پر اور بھی کچھ حدیثیں تھیں جنہیں ہم نے بحرف خلاصت چھوڑ دیا ہے کہ سمجھدار اور باشعور کے لئے تو ایک معتبر حدیث بھی کافی ہے، جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کو ایک صحیح روایت پہنچی تو انہوں نے رفع یدین نہ فرمایا، اور ہٹ دھرم کے لئے ہزاروں حوالے بھی بیکار ہیں۔



مسئلہ رفع الیدین پر وہابی مکتب فکر کے جناب اثری جیجے کے اعتراضات اور اس کے جوابات

وہابی مکتب فکر کے جناب ارشد الحق اثری (فیصل آباد) نے وہابی مکتب فکر کے
آرگن ہفت روزہ "الاعتصام" میں بے جا تنقید شروع کر دی۔ راقم کی طرف سے
اس کے جواب میں کچھ تاخیر اس لئے ہوئی کہ راقم کو آنکھوں میں کچھ تکلیف سی ہو گئی تھی حتیٰ کہ
اپریشن تک زبٹ پہنچ گئی اور اس کی وجہ سے مختصر مطالعہ اور لکھنا ممکن نہ تھا۔ اب اپریشن
کے بعد ابھرتے آنکھوں کی حالت نسبتاً بہتر ہو گئی ہے۔ اور اب میں اپنے آپ کو پڑھنے اور لکھنے
کے کچھ قابل محسوس کرنے لگا ہوں نیز کچھ جناب اہلسنت کے خطوط بھی موصول ہوئے جنہیں
انہوں نے بڑی شدت سے مطالبہ کیا کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ لیکن تاہم کی مدت
میں جواب حاضر ہے۔ غور و فکر سے مطالعہ کرنے والے جناب ارشد ارے ایک
کافی دقت فی جواب پائیں گے۔

وَمَا خَلَقْتُ إِلَّا رَبًّا لَهُ
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ بَسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَمَا خَلَقْتُ إِلَّا رَبًّا لَهُ

جناب اثری صاحب لکھتے ہیں:

"رفع الیدین اکثر صحابہ کرتے تھے اور اس کی احادیث متواترہ ہیں۔"

(الاعتصام ۸ جنوری ۱۴۱۲ھ ص ۷)

اثری صاحب نے یہاں دو دعوے کئے ہیں ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اکثر صحابہ رفع الیدین کرتے تھے اور دوسرا یہ کہ رفع الیدین کی احادیث متواترہ ہیں۔
اب ہم موصوت کے دونوں دعوؤں کے سلسلے میں پیش کئے گئے دلائل کا
بازہ دیتے ہیں۔

پہلی دلیل | پہلی دلیل میں مفتاح ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۵ و مسند ج ۲ ص ۳۳۵

کی عبارت نقل کی گئی ہے جس کا متن ہے:

"كَانَ اصْحَابُ بِلَالٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا اِيْدِيَهُمُ
الْمِرْوَاحَ يَرْفَعُونَهَا اِذَا مَرَّ كَعُوا وَاِذَا رَفَعُوا رَأَوْا سَاهِمًا"

کہ حضرت حسن حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔
"کہ صحابہ کرام رکوع کو باتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین
کرتے تھے گویا ان کے ہاتھ پٹکھے ہیں۔" (الاعتصام ص ۷)

اثری صاحب کے مذکورہ حوالہ میں غلطیاں | اثری صاحب کے پیش کردہ

مذکورہ حوالہ میں متعدد غلطیاں ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ حوالہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کی جلد اول کا صفحہ ۲۳۵ لکھا ہے جبکہ صفحہ ۲۳۵ ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ حضرت حسن بصری کے فرمان، جو جہور محدثین کے نزدیک "حدیث مقطوع" کے نام سے موسوم ہو کر حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔ کے متن میں "کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے بعد لفظ "رف" صلواتہم "چھڑ گئے۔ تیسری غلطی یہ فرمائی کہ انہوں نے حدیث کے متن میں جو لفظ "المرواح" لکھا ہے وہ بھی غلط ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی کتب کبریٰ دونوں میں لفظ "المرواح" نہیں ہے بلکہ "المرواح" کے بجائے "المرواح" اور "مرواح" ہے مصنف میں "المرواح" اور بیہقی میں "مرواح" ہے۔ اور فرق ظاہر ہے کہ اثری صاحب نے جو لفظ تحریر فرمایا وہ واحد کا صیغہ ہے۔ جبکہ حدیث مقطوع میں واحد کے بجائے جمع ہے۔ اور اثری صاحب نے جو بھی غلطی یہ فرمائی کہ حدیث کے متن میں "المرواح" صیغہ تو واحد کا تحریر فرمایا جس کا معنی ہے "پنکھا" مگر اس کا ترجمہ "پستک" جمع ہے کیا اور پانچویں غلطی یہ فرمائی کہ بیہقی اور مصنف دونوں کی روایتوں کے متن کو باہم غلط کر دیا جو آداب روایت کے خلاف ہے بلکہ محدثین اسے بڑے سمجھتے ہیں۔

قارئین سے ادنیٰ حضرات کے مبلغِ علم اور بے احتیاطیوں کا یہاں سے اندازہ فرمائیں

کہ ایک پھٹی سی حدیث میں استدر غلطیاں کر گئے تو ان کی دیگر تحقیقات کا کیا حال ہوگا۔

ظہر تیا س کن ز ملکستان من بہار مرا

پڑھو کہ تابعی کا قول بحیثیت تابعی، حدیث کا مصداق ہے چنانچہ امام العربی العجمی شاہ عبدالحق حدیث دہلوی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۵۲ھ سے مقدمہ شکوۃ میں فرماتے ہیں:

ان الحدیث فی اصطلاح جہور
المحدثین یطلق علی قول التابعی
وقد لا تقرہ (ایضاً)
کہ جہور محدثین کی اصطلاح میں تابعی کے
قول و فعل و تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔

لہذا حضرت حسن بصری کا قول مذکور بھی حدیث ہی ٹھہرا اور حدیث کا احترام صاحب حدیث کا احترام ہے جس کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قرار پاتی ہے۔ کیونکہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ صحابہ کے عمل کو بیان فرما رہے ہیں اور صحابہ کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا بیان ہے۔ اس نسبت سے اس قول کو جہور محدثین میں شیعہ کا ترجمہ دیتے ہیں لہذا اس کا احترام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی احترام ہوگا اور حدیث پاک کے احترام کا تقاضا ہے کہ علم و تحقیق کا دعویٰ سلطان جب کسی حدیث پاک خواہ وہ مرفوع ہو یا موقوف یا مقطوع ہو کہ لکھے یا لکھوائے تو اسے خوب احتیاط و غور کے ساتھ لکھے اور لکھوائے اور اسی طرح خوب احتیاط و غور و فکر سے ہی اس کا ترجمہ کرے کیونکہ حدیث پاک کا احترام بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی احترام ہے۔ ہمارے استاد فخرم نقیہ ملت و محدث امت حضرت قبلہ مفتی امجد علیہ السلام سبقتی شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ رامپور مفتی اعظم مرکزی مدرسہ انوار العلوم ملتان، رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص حدیث مبارک کو غلط پڑھتا یا لکھتا یا اس کا ترجمہ یا اس کا معنی غلط بیان کرتا ہے تو اس کے صاحب حدیث کی رو مبارک کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس لئے وہ حدیث کے کسی ایسے طالب علم کو حدیث شریف

کی عبارت پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ جو اچھی طرح سے اس کا مطالعہ کر کے
آیا ہوتا۔ وہ فرماتے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا ہی ایک حصہ ہے۔

سنا کا احترام بھی لازم ہے اسے صبا
ہر ہر قسم پر لغزشیں بے جا نہ کیجئے

لیکن ہستی کی بات یہ ہے کہ وہابی مذہب کی بنیاد ہی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور دیگر عبداً جل شانہ کی بے ادبی پر ہے۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں
سے ڈھکی چھپی نہیں جو روضہ اقدس پر عارضی دیتے ہیں وہاں پر مقرر کئے ہوئے
وہابی مولوی صاحبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے سے
روک سکتے ہیں بلکہ زبردستی ہاتھ پھڑا دیتے ہیں اور کوئی روضہ اقدس کی طرف منہ کر کے
دعا کرے تو اسے روضہ اقدس کی طرف پیٹھ اور کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے دعا
کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اگر کوئی انکا کہنا نہ مانے تو اسے حوالہ پولیس کر دیتے
ہیں۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں راقم کے ساتھ بھی انہوں نے ایسا ہی کیا کہ راقم نے جب
ان کا کہنا نہ مانا تو پولیس کو بلا لائے کہ یہ کعبہ کی طرف منہ اور روضہ اقدس کی
طرف پیٹھ کر کے دعا نہیں مانجھتے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔
حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے آپ کی قبر اور بھی کعبہ سے بکہ
آسمانوں حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہے؛

كَمَا قَالَ الْقَاضِي عِيَّاضُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِي كِتَابِهِ
الْشِّفَاءُ الشَّرِيفِ .

مگر وہابی مذہب میں حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بھی شرک قرار
پایا تو ان سے آپ کی حدیث مبارک یا آپ کے صحابہ و تابعین کرام کے اشیاء
کے ادب احترام کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے اہم اہل سنت مجدد دین و ملت، ایمان

داروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں محدث و فقیہ بریلی علیہ الرحمۃ
نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ (وہند دترہ) سے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)
اس بڑے مذہب پر لعنت کیجئے

تحقیق متن

وہابی مکتب فکر کے جناب اثری صاحب نے اپنی پہلی دلیل میں
جو مصنف ابن ابی شیبہ اور بہیقی کے حوالہ سے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
کا فرمان شریف جو حدیث مقطوع سے مومن ہے، نقل فرمایا ہے اب ہم قارئین
کی خدمت میں اسکے متن کی تحقیق و تجزیہ پیش کرتے ہیں، اور اثری صاحب نے اس
کے متن کے نقل کرنے میں جو گھپلے کئے ہیں ان کا انکشاف بھی۔

بہیقی کا متن مع سند

امام بہیقی علیہ الرحمۃ اس حدیث مقطوع کو اپنے
شیخ محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ سے، وہ ابو بکر بن ابی نعیم سے وہ ابو اوشین سے وہ محمد بن منہال سے
وہ یزید بن زریع سے وہ سعید (ابن ابی عروبہ) سے وہ قتادہ سے وہ حضرت حسن
بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ اصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ یَقْنُوْنَ
اَیَّدِیْہُمْ اِذَا سَرَّكَجُوا وَاِذَا
رَفَعُوا سُرُوسَہُمْ مِنْ الرَّكْعِ
كَأَنَّمَا اَیَّدِیْہُمْ مَرَّوَجٌ .

۱۰ بہیقی شریف ج ۲ ص ۷۷

”مُصَنَّفٌ كَامِتٌ مَعَ سَكَنْد“

اور امام ابن ابی شیبہ اس حدیث کو اپنی مُصَنَّف میں معاذ بن معاذ سے وہ (سعید)

ابن ابی عروبہ سے وہ قتادہ سے وہ حسن بکری سے روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي صَلَواتِهِمْ كَأَنَّ أَيْدِيَهُمْ
الْمِرَاحُ إِذَا مَرَّكَوْا وَإِذَا رَفَعُوْا
سَرَّوْهُمْ

(مُصَنَّفُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ج ۱ ص ۲۳)

اثری حسبِ کُلِّ رَدِّهِ

انہوں نے دونوں مذکورہ کتابوں کے حوالوں سے لکھی ہے درج ذیل ہے۔

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِمْ سَلَامٌ كَأَنَّ أَيْدِيَهُمْ
يُفَعُّونَهَا إِذَا مَرَّكَوْا وَإِذَا رَفَعُوْا
رُفَعُوْهُمْ

(زجر اثری ج ۱)

(الاعتصام ص ۱۱)

عبارتوں کے نقل کرنے میں بے احتیاطیاں یا تحریفیں : جب اثری حسبِ

نے دونوں کتابوں کی عبارتوں کے نقل کرنے میں جو بے احتیاطیاں فرمائیں اور گھلے گئے
وہ بھی قارئینِ لاحقہ فرمائیں۔ اثری حسبِ نے ”كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

کی عبارت مُصَنَّف ابن ابی شیبہ سے نقل کی اس کے بعد ”فَتَ صَلَّوْا قِيَمَهُمْ“
کی عبارت چھڑ گئی۔ پھر ”كَأَنَّ أَيْدِيَهُمْ“ کی عبارت ہستی سہلی : ”پھر المِرَاحُ“
کا لفظ بے صیغہ واحد اپنی طرف سے درج کیا، جبکہ ہستی میں ”مِرَاحُ“ بہ صیغہ جمع
لام تعریف کے بغیر ہے۔ اور مُصَنَّف ابن ابی شیبہ میں ”الْمِرَاحُ“ بہ صیغہ جمع
لام تعریف کے ساتھ ہے۔ پھر موصوت نے ”يُفَعُّونَهَا“ کا جملہ بھی خود ایجاد
فرمایا کیونکہ ہستی میں ”يُفَعُّونَهَا“ ایڈیہم ہے جبکہ مُصَنَّف کی عبارت میں :
لفظ ہی نہیں ہے۔ پھر موصوت نے ”إِذَا مَرَّكَوْا وَإِذَا رَفَعُوْا رُفَعُوْهُمْ“ کی عبارت
مُصَنَّف سے درج کی۔ یہ متحد بے احتیاطیاں اور کئی ایک گھلے یا تحریفیں ہیں جن کے
اثری حسبِ مرتکب ہوئے ہیں۔

قارئین غور فرمائیں کہ وہابی محکم بن کر کے شیخ احمد رث یا محدث کی حدیث دانی کا
کیا ہی عجبِ عالم ہے اور ابھی پوچھیں کہ جنہیں ایک مختصر سی حدیث کی عبارت کے نقل کرنے
کی تیز نگاہ نہیں ہے کیا انہیں الحمد للہ کہلانے کا حق بھی ہے؟

اور کیا عاترِ المسلمین کی نجات اس میں ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ و امام مالک امام شافعی
و امام احمد بن حنبل جیسی امت کی عظیم الشان اصحابِ علم و تحقیق و دارِ اہل بیت و اہلِ شیعہ کی تحقیقات
پر اعتماد کریں یا ان نام نہاد و غداروں کی جالاندہ و خود ساختہ تحقیقات پر جنہیں ایک مختصر سی
حدیث کے نقل کرنے کی تیز و صلاحیت تک بھی میسر نہیں ہے۔ محدثین نے تو ایسے دواویلوں
کو کبھی بھی لائقِ اعتماد نہیں گردانا جو کسی حدیث کے متن کو روایت کرنے میں اس طرح
کی تحریفوں یا بے احتیاطیوں کے مرتکب ہوتے ہوں چاہے کہ انہیں محدث کہا جائے
یا شیخ الحدیث اور محقق قرار دیا جائے۔

قارئین! حقیقت یہ ہے کہ میں جب : بیچارے سید محمد امجدی عوام اور انہوں
الہدایت کہلانے والوں اور ان کے ایسے محدثوں کو دیکھتا ہوں تو ایسے لگتا ہے جیسے

اندھیر ٹھوکی چوسٹ راجا
نیز تارکین اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ جنہیں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے
ایک قول کے نقل کرنے کا سلیقہ نہیں آتا وہ یہ شعر کہہ کر کہ
ہو تے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول سے دکر دار

اور اس پر عمل کرنے سے عاتر اسلین کو عوام کو اگر راجہ کی تحقیقات کی روشنی
میں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے روکیں اور اس کے برعکس عوام کو اپنی
غلط تحقیقات کی روشنی میں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی ترغیب دیں کیا یہ
عاتر اسلین کے ساتھ بہت بڑی زیادتی اور ان پر بہت بڑا ظلم نہیں؟

اثری صاحب کی پیش کردہ حدیث کی سندوں کا ایک جائزہ

اب ہم جناب اثری صاحب کی پیش کردہ مذکورہ حدیث مقطوع کی سندوں کا
جائزہ پیش کرتے ہیں تارکین ملاحظہ فرمائیں۔

بہیقی کی سند میں ابوالثنی راوی مجہول ہے اس حدیث کو امام

بہیقی نے اپنے شیخ محمد بن حبیب بن کافض سے انہوں نے ابو بکر بن اسحق سے انہوں نے
ابوالثنی سے انہوں نے محمد بن سہنال سے انہوں نے یزید بن زریع سے انہوں نے جعید
ابن ابی عروبہ سے انہوں نے قتادہ سے انہوں نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند | امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث

مقطوع کو معاذ بن معاذ سے انہوں نے (سعید) ابن ابی عروبہ سے انہوں نے قتادہ سے اور
انہوں نے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

بہیقی کی سند پر جرح

تارکین! ہم امام بہیقی کی سند پر جرح کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ اس میں
”ابوالثنی“ جو راوی ہے اس کا نام ضمیمہ الاطوار لکھی ہے اور وہ مجہول ہے چنانچہ ابن
حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔

قال ابن القطان ابوالثنی مجہول امام ابن القطان نے فرمایا کہ ابوالثنی راوی
سواء مکان واحد او اثنين مجہول ہے خواہ ابوالثنی ایک ہو یا دو ہوں
قال واما قول ابن عبد البر ابو اور فرمایا کہ ابن عبد البر کا کہنا کہ ابوالثنی
المثنی ثقة فلا يقبل منه ثقہ ہے تو ان کا کہنا قابل قبول نہیں انہوں نے
كذا قال وتحقیقہ ابن المواقی اسی طرح فرمایا اور ان کے پیچھے چلے
بانه لا فرق بين ان يوثقه امام ابن المواقی کہ اس بات میں کوئی فرق
الدارقطني او ابن عبد البر نہیں کہ ابوالثنی کو دارقطنی ثقہ کہے یا ابن
تہذیب التہذیب (ج ۲ ص ۲۶۷) عبد البر را وہ ہر صورت ثقہ نہیں بلکہ وہ مجہول راوی ہے
الحمد لله ثابت ہو گیا کہ اس کی سند میں واقع ابوالثنی راوی مجہول ہے۔
لہذا یہ روایت ہمارے خلاف حجت نہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند

اس کے بعد امام بہیقی کی سند سعید بن ابی عروبہ میں امام ابن ابی شیبہ کی سند کے
ساتھ جا کر مل جاتی ہے۔ یعنی اس روایت میں امام بہیقی اور امام ابن ابی شیبہ

دونوں کی سندیں سعید بن ابی عروبہ سے لیکر آخر تک ایک ہو جاتی ہیں۔ ہم نے ابوالثنی کے بارے میں تو بتا دیا کہ وہ مجہول راوی ہیں اس کے بعد دونوں کی سندوں کے ایک مشترک راوی سعید بن ابی عروبہ ہیں ان کے بارے میں محدثین کی سُننے۔

دونوں سندوں کے مشترک راوی ابن ابی عروبہ کی حیثیت

دونوں سندوں کے مشترک راوی سعید بن ابی عروبہ کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ وہ اگرچہ ثقہ تھا تاہم آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا اور اس کی یادداشت بُری طرح متاثر ہو گئی تھی اور وہ حدیثوں کے راویوں اور حدیثوں کی عبارات کو باہم غلط ملط دگڈ بڈ کر دیتا تھا۔ امام دیلمی فرماتے ہیں کہ حُكْمًا دَخَلَ عَلَى سَعِيدٍ فَنَسِيَ قَمَاحًا كَانَ مِنْ صَحِيحِ حَدِيثِهِ تَوَاسَّيَ حَدِيثَيْنِ سُنَّتَيْنِ لَيْسَ بَوَاسِكِ اخْذَاهُ وَمَا كَمَ يَكُنْ طَرَحَاهُ۔ ہم سعید بن ابی عروبہ کے ہاں جاتے تو اس سے حدیثیں سُننے لیس جو اس کی صحیح حدیث ہوتی ہم اُسے لے لیتے اور جو صحیح نہ ہوتی ہم اُسے پھینک دیتے۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷۷)

اس سے بھی واضح ہو گیا کہ ان کا حافظ اس حد تک خراب ہو گیا تھا کہ وہ حدیث روایت کرتے وقت صحیح اور غیر صحیح میں تمیز تک نہیں کر سکتے تھے۔

سعید بن ابی عروبہ کا ۱۵۱ھ یا ۱۵۲ھ میں انتقال ہوا۔
امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

قال الأئمة في اختلاط اختلاطاً قبيحاً۔ سعید بن ابی عروبہ بُری طرح اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷۷)

سعید بن ابی عروبہ کے حافظہ کے خراب اور اختلاط کے شکار ہونے

کے زمانہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۸ھ میں اختلاط کا شکار ہو گئے۔ ایک قول یہ ہے کہ ۱۴۲ھ کے بعد ہوئے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ان کا حافظ اس حد تک خراب ہو گیا تھا کہ

يَقُولُ فِي الْاِخْتِلَاطِ قِتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ وَاَنَسٍ عَنْ قِتَادَةَ قِتَادَةَ لَيْسَ يَأْنِسُ لَيْسَ يَأْنِسُ قِتَادَةَ۔ وہ اختلاط کے عالم میں کہتے تھے کہ قِتَادَةَ لَيْسَ يَأْنِسُ لَيْسَ يَأْنِسُ قِتَادَةَ۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷۵) سے روایت کیا۔

امام حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ سنن ۳۶۵ھ الکامل فی ضغائر الرجال میں لکھتے ہیں کہ

فَمَنْ سَمِعَ مِنْهُ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَارْبَعِينَ فَهُوَ صَحِيحُ السَّمَاعِ وَجَمْعُ سَمْعٍ هِيَ اَرْبَعُونَ سَمَاعٌ مَنْ سَمِعَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ۔ جس نے سعید بن ابی عروبہ سے ۱۴۲ھ تک حدیث سُنی وہ صحیح السماع ہے اور جس نے اس کے بعد سنی اس کا سُننا کوئی چیز نہیں۔

(الکامل ج ۳ ص ۱۲۳)

امام ابن حجر عسقلانی سعید بن ابی عروبہ کے زمانہ اختلاط کے بارے میں فرماتے لکھتے ہیں کہ یزید بن زریع نے کہا کہ

اختلاط سعید في الطائفة يعني سنة (۱۳۲) سعید اختلاط (حافظہ کی خرابی میں) ۱۳۲ھ میں مبتلا ہوئے۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۷۷)

یاد رہے کہ یزید بن زریع، سعید بن ابی عروبہ کے شاگرد سعید ہیں یکہ سب سے اعلیٰ پایہ کے شاگرد ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے وہ یہ کہ اسی دے رہے ہیں کہ ان کے حافظہ کی خرابی ۱۳۲ھ سے ہوئی۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ۱۳۲ھ سے آغاز ہوا جو آخر میں یعنی ۱۳۲ھ سے تو ان پر مکمل طور پر اور پوری طرح اختلاط کا غلبہ ہو گیا۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۶)

امام حافظ ابو احمد عباس بن عبدی البرہانی م ۲۶۵ھ الکامل میں لکھتے ہیں کہ مسلم بن

ابراہیم نے کہا کہ

کتبت عن سعید بن ابی
عروبہ التمامی عن فحاصمی
ابن فہر عن التور فاخذہ
وطرحہ فیہ۔

(الکامل ج ۲ ص ۱۲۳)
میں نے سعید بن ابی عروبہ سے کچھ لکھا۔
(روایت) لکھیں تو اس پر میرے والد نے
مے جھگڑے تو میں نے تنور جلایا اور
جو کچھ سعید بن ابی عروبہ سے لکھا تھا سارا
تنور میں ڈال دیا۔

سعید بن ابی عروبہ سے روایت کرتا مسلم بن ابراہیم کے والد نے ایک تو
اس نے ناپسند کیا کہ ان کا حافظ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اور
اس کا استاد قدری عقیدہ رکھتے تھے۔ مگر امام حسن بصری کے شاگردوں سے
اپنا قدری ہونا چھپاتے تھے۔ جبکہ حضور ﷺ نے قدیوں کو اس
اُمت کے جوڑس قرار دیا۔

نیز حفص بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ نے مجھ سے کہا کہ
اذا حدثت عتی فقل حدثنا جب تم مجھ سے روایت کرو تو یوں
سعید الاعرج عن قتادة الاعرجی کہا کرو کہ ہم سے سعید لکڑے نے
عن الحسن الاحدب۔
قتادہ اندھے سے انہوں نے حسن
کبڑے سے روایت کی۔
(الکامل ج ۲ ص ۱۲۳)

یہ سعید بن ابی عروبہ لکڑے تھے اور ان کے استاد قتادہ اندھے۔

مگر حسن بصری رضی اللہ عنہ کبڑے نہ تھے لیکن سعید بن ابی عروبہ نے اپنے حافظ کی
خواجگی یا مزاجاً ان کو کبڑا کہہ دیا جو ان کی شانِ بزرگی کے خلاف تھا۔ کیونکہ ان کی
مزاج کرنے کی عادت نہ تھی (ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۴۱۵) اور اساتذہ
سے بکراستادہ کے اساتذہ سے مذاق کرنا سوادِ ادبی ہے۔

بخاری نام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۴۸ھ سیر اعلام
النبلاء میں یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

قلت کم نسج بان الحسن
المصری کان احد ابی الاف
ہذہ الحکایۃ۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۴۱۵)
میں نے کہا کہ ہم نے اس حکایت کے سوا
نہیں سنا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ
کبڑے تھے۔

تدلیس (نیز امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی سعید بن ابی عروبہ کے بارے
میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ تدلیس کرتے تھے۔
”وَكَانَ مِنَ الْمَدْلِيسِ“ کہ سعید بن ابی عروبہ مدلسین سے تھے۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۴۱۵)

اور تدلیس کے معنی چھپانے کے ہیں مگر اصطلاح محدثین میں تدلیس اس بات
کا نام ہے کہ کوئی راوی ایک شخص سے جس سے اس نے حدیث کا سماع نہیں کیا ایسے
لفظ سے حدیث روایت کرے جس سے سماع کرنے کا دم پیدا ہو اور قطعاً
پر جھوٹ بھی ظاہر نہ ہو۔ محدثین اسے راوی میں عیب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوبکر البزار ان کے بارے میں فرماتے ہیں
یحدث عن جماعة لم یسمع کہ سعید بن ابی عروبہ محدثین کی ایک

منہم فاذا قال سمعت ایسی جماعت سے روایت کرتے ہیں
 وحدثنا کان ما مونا علی جن سے انہوں نے خود نہیں سنا پس وہ
 ما قال۔ جب (سمعت) (دیں گے) اور (حدثنا)
 (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۷) انہوں نے ہم محدثین بیان کی کہیں تودہ کاموں
 ہیں یعنی ان کی بات میں تدلیس کے من ہوگا۔
 ورنہ تدلیس کا احتمال ہوگا ایسی صورت میں ان کی روایت جھٹ نہ ہوگی۔ نیز بحث
 روایت میں بھی "سمعت قتادة" یا "حدثنا قتادة" کا لفظ نہیں
 ہے بلکہ "عن قتادة" کا لفظ ہے جس میں تدلیس کا بھی احتمال ہے۔
 لہذا سعید بن ابی عروبہ کی یہ روایت ہمارے (اخاف) کے خلاف جت نہیں
 ہو سکتی۔

ارسال

نیز سعید بن ابی عروبہ ارسال بھی کرتے ہیں چنانچہ تہذیب
 میں ہے :
 "عن یحییٰ کان یومل" کہ امام یحییٰ نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ ارسال
 (ج ۴ ص ۶۷) بھی کرتے تھے۔
 ارسال اس بات کا نام ہے کہ تابعی یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ ہمیں احتمال ہوتا ہے کہ اس نے کسی ایسے تابعی سے روایت سنی ہو
 جو ثقہ نہ ہو۔ لہذا اس صورت میں اس کی روایت جت نہ ہوگی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اتفاق
 محمد بن سعید بن عروبہ کی وہ روایات جو زائدہ اختلاط سے قبل کی ہیں مقبرہ اور حجت میں

اور اس کے جن شاگردوں نے اسے زائدہ اختلاط سے قبل سماع کیا ان میں سے یزید بن
 زریع بھی ہیں جبکہ امام ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۷ پر رقم فرمایا
 ہے۔ اسی کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یزید بن زریع امام ہیثمی والی روایت کی سند
 میں ہے جس میں "ابو المثنیٰ" راوی ہے جس کے بارے میں ہم پہلے بتا چکے
 ہیں کہ وہ ایک مجہول راوی ہے۔ اس لئے امام ہیثمی والی سند بھی ضعیف
 ہے۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت میں یزید بن زریع کی بجائے
 "معاذ بن معاذ" ہے اور معاذ بن معاذ کا شمار ان لوگوں میں نہیں ہوتا جنہوں نے
 سعید بن ابی عروبہ سے زائدہ اختلاط سے قبل سماع کیا۔
 نیز اس کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ معاذ بن معاذ کی پیدائش ۱۰۰ھ کو ہوئی۔

ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۹۵ اور سعید بن ابی عروبہ مرض اختلاط میں
 ۱۲۲ھ سے مبتلا ہوئے اس وقت معاذ بن معاذ کی عمر ۱۱، ۱۲، ۱۳ برس کی تھی۔ اور
 ۱۳، ۱۴ سال کی عمر سے قبل ان سے سماع متواتر نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے
 کہ چونکہ سعید بن ابی عروبہ تدلیس کرتے تھے۔ اور ہم ہمارے حوالہ سے ابھی لکھ چکے
 ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سعید بن عروبہ جب تک "سمعت" یا "حدثنا"
 کے لفظوں سے روایت نہ کریں اس وقت تک ان کی روایت میں تدلیس کا اندیشہ
 ہے گا۔ اور نیز بحث روایت چونکہ "عن" کے لفظ کے ساتھ ہے۔
 سمعت اور حدثنا سے نہیں ہے۔ لہذا یہاں بھی تدلیس کا احتمال و اندیشہ
 موجود ہے لہذا یہ روایت مقبول نہیں ہے چنانچہ امام العربی علیہ السلام امانۃ الرسول فی الہدایہ
 ایمان والوں کی آنکھوں ٹھنڈک کشی حق سیدنا شاہ علی بن محمد محدث مدنی رحمہ اللہ نے
 مقدمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

"وعنصر المدلس غیر مقبول" (یعنی) کہ مدلس راوی کا عن کے ساتھ ہونا

لہذا محدثین کے اصول کے مطابق جناب اثری صاحب کی یہ دلیل بھی حجت نہ رہی۔

اپنے دام میں صیاد آخر میں ہم خود جناب اثری صاحب کے ہر ذکر و راہی محبت کے آرگن "الاعظام" ہی کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ سید بن ابی عروبہ اختلاط کرتا تھا اسلئے اسکی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ اسیں سید حامد عبدالرحمن الکاف کا "نود کے بارے میں دو مشہور حدیثوں کی تحقیق" کے عنوان سے مضمون شائع ہوا۔ وہ اسیں مسند امام احمد کی ایک حدیث جمیں سید بن ابی عروبہ میں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اسکی سند صحیح ہے اور رجال قابل بھروسہ میں مگر سید بن ابی عروبہ ہے وہ اپنی آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا (الان قال) جسکی وجہ سے روایت پایہ اعتبار سے ساقط ہو گئی۔"

(ہفت روزہ "الاعظام" ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء ص ۱۳)

۵ اُبھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
خود آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اب تو جناب اثری صاحب کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ آپ کے اپنے اسی ہفت مدثر میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ جس روایت کی سند میں سید بن ابی عروبہ ہو وہ روایت قطعاً الاعتبار سے کیونکہ وہ آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔

راقم موصوف کرنا ہے کہ ابن ابی عروبہ کی روایت اسوقت حجت ہوگی جب اس سے اس کے وہ شاگرد روایت کریں جنہوں نے اختلاط سے قبل کما حقہ روایت کیا اور اس روایت کو ابن ابی عروبہ نے "سمعت" یا "حدثنا" کے الفاظ سے روایت کیا ہو۔

اچھٹا یہ بات قطعاً مسلم و محقق ہو گئی کہ جناب اثری صاحب نے مسند رفع یدین کے سلسلہ میں راقم کے مضمون پر تنقید کرتے ہوئے ہیبتی اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی جو مقطوع حدیث بطور حجت پیش کی تھی وہ ناقابل حجت اور ناقابل اعتبار ہے۔

ایک اصولی بات آخر میں ہم ایک اصولی بات عرض کر دیں جو ہم رفع یدین کی بحث میں پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ جن صحیح روایات سے صحابہ کرام رفع یدین کرنا ثابت ہے وہ ہیں ہرگز مضر نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اثری صاحب کے دعویٰ کی یقینی دلیل قرار پاتی ہیں کیونکہ وہ سب کی سب تاویل کا احتمال رکھتی ہیں اور ان سے صرف اعتدال ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رفع یدین کرتے تھے اور یہ بات ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ یا تو شروح کی بات ہے جب رفع یدین کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا یا منع کے بعد ان صحابہ کرام کی بات ہوگی جنہیں رفع یدین کی منسوخت و منزعیت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔

ہم رفع یدین کے مطلق ثبوت کا تو انکار ہی نہیں کرتے بلکہ ہم ثبوت رفع یدین کے بعد اسکی منزعیت و منسوخت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اثری صاحب دونوں باتوں کے درمیان فرق کو یا تو سمجھ ہی نہیں یا سمجھ کر دیدہ و دانستہ غلط بحث فرما رہے ہیں جو ایک علم و دانش کے دعویٰ دار کو زیب نہیں دیتا۔

یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے

جو کچھ بیاں ہوا وہ آغاز باب ہے

کے بدلے سے بھی بڑھکر کمزور اور بے وقت ہیں۔ امام بخاری اپنی جزیرہ فقیہین میں دو حدیثیں لائے ہیں حدیث نمبر ۲۹ اور اسکے بعد حدیث نمبر ۳۰۔ ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۹:

(۶۹) لقد حدثني مسدد قال حدثنا الباقی مدد نے بتایا انہوں نے

یزید بن زبیع عن سعید عن
 کہا کہ میں یزید بن زبیع سے انہوں

تمتاده عن الحسن قال كان

اصحاب الہدی مہدی علیہ وسلم کیا کہ نبی مہدی علیہ السلام کے محاب تھے گویا

کاتھا ایدہم الماروح رفونہا

اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي ۖ
 جِب رُوحِ كَرَمِ اِلهِ اَرَجِب وَه اِپَنے

(۲۲)

اس کے بعد اہم بخاری حدیث نمبر ۳ لاتے ہیں :

(۲۰) حدیثاً موسیٰ بن اسماعیل

شہنا ابو ملال عن حمید بن
کہا کہ میں ابو ملال نے حمید بن ملال سے

ہلال قال کان اصحاب التبی

صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلوا
 کے محابہ جب نماز پڑھتے ان کے

کان ایڈیٹر مجھ پر حیا ل اذانہم

کافہ المراجہ۔ وہ پہنچے ہیں۔

(۴۴۴۲۳۵)

اس کے بعد امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

فلمرستان الحسن و حمید کہ حضرت امام حسن بصری اور امام حمید بن

بن ہلال احد امن اصحاب

التي صلى الله عليه وسلم دون احد

مسئلہ رفع یدین پر اعتراضات کے جوابات

اثری صاب کے دوسرے اعتراض کا ابطال | سیدہ خدیجہ بنت الہدیہ

میں اثری حساب نے جو دوسرا اعتراض کیا اب ہم اس کا بدلہ اٹھاتے ہیں۔

جناب اثری صاحب لکھتے ہیں :

”یہی بات ایک اور جلیل القدر تابعی حضرت حمید بن ہلال نے کہی ہے

اور امام بخاری نے فرمایا ہے کہ "فلم یستثن الحسن وحمید"

بن هلال أحد أمن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

(جنت روزه الاعتقاد ۸ جنوری ۱۹۹۳ء ص ۱۲)

جناب اثری صاحب نے جلیل القدر امامیہ حضرت حمید بن ہلال اور حضرت حسن بصری کی

یہ بات جو امام بخاری کے حوالہ سے نقل کی ہے اُسے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ

”جذہ رفع الیدین“ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جناب اثری صاحب نے

تو اسکی سند ذکر نہیں کی لیکن ہم سندوں کے ساتھ اہم تجارتی کی عبارتیں نقل کر رہے

میں پھر ان سندوں کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کریں گے تاکہ قارئین مکرم کو یہ بات

معلوم ہر جانب سے کہ ہمارے پیش کردہ دلائل کے مقابلے میں اثری کے اعتراضات کوئی

تنقید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ سر آنکھوں پر اور ان کا احترام اپنی جگہ مسلم مگر حضرت کی پیش کردہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے ضعیف و ناقابل احتجاج ہیں پہلی روایت تو سعید کی روایت سے کیونکہ یہ وہی سعید ہیں جنہیں ابن ابی عروبہ کہتے ہیں۔ جن کا ذکر ہم پہلی قسط میں بڑی تفصیل سے کر چکے ہیں لہذا یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

ابو ہلال راوی دوسری روایت بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمیں "ابو ہلال" راوی ضعیف ہیں۔ اس کا نام محمد بن سلیم اور کنیت ابو ہلال ہے اگرچہ بعض نے اسے ثقہ بھی کہا ہے تاہم ثبوت سے اثر نہ لے سکتے ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ ابو ہلال کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

قال عمرو بن علی كان يحيى
لا يحدث عنه (وقال أيضاً)
سمعت يزيد بن زريع يقول
عدلت عن الجب بكرة المذلي
وابو هلال الراسي عمداً وقال
ابن أبي حاتم ادخله البخاري
في الضعفاء وقال النسائي
ليس بالقوي وقال احمد بن
حبل هو مضطرب الحديث
وقال البيهقي وهو غير حافظ.

امام عمرو بن علی اس سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے (اسے اس قابل نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے فرمایا کہ) میں نے مزید بن زریع سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر البکرہ مذلی اور ابو ہلال راہسی (کی روایات) سے اسرا حین کیا اور امام ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ اُسے امام بخاری نے ضعیف راویوں میں داخل کیا۔ اور امام نسائی نے فرمایا کہ ابو ہلال قوی نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ وہ مضطرب

(تہذیب التہذیب) احقر ہے اور امام زار نے کہا کہ وہ حدیثوں کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے۔ (مختار، ج ۱، ص ۱۹۶)

امام محمد بن سعد علیہ الرحمۃ طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ اس کا نام محمد بن سلیم ہے اور وہ اعلیٰ و فیلہ ضعیف۔ (طبقات کبریٰ، ج ۱، ص ۱۹۶)

امام حافظ ابو احمد علیہ السلام بن عدی البحرانی المتوفی ۳۶۵ھ کا اصل فی الضعفاء الرجال میں فرماتے ہیں کہ

كان يحيى بن سعيد لا يعيها بابي
هلال - (ج ۱، ص ۲۳)
اسی طرح امام حافظ ابو خضر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد القتیل الکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۲۵ھ اپنی کتاب "الضعفاء الکبیر" میں لکھتے ہیں کہ

حدثني آدم قال سمعت
اليخاري: قال كان يحيى بن
سعيد لا يروي عن ابي هلال
الراسبي الخ
(الضعفاء الکبیر، ج ۱، ص ۲۳)

مجھے آدم نے بیان کیا کہ میں نے امام بخاری سے سنا کہ امام یحییٰ بن سعید ابو ہلال راہسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔

احقر یہ ثابت ہو گیا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ جن دو روایتوں کی روشنی میں فرما رہے ہیں کہ حسین اور حمید بن ہلال رفع یدین کے مسئلہ میں کسی صحابی کا استسنا نہیں کیا۔ دونوں ضعیف و ناقابل احتجاج و ناقابل استدلال ہیں اسلئے جناب اثری صاحب کی یہ دوسری دلیل بھی قابل التفات قرار نہ پائی۔ اور ان کا دوسری کہ اکثر صحابہ

رفع یدین کرتے تھے اور یہ اسکی احادیث متواتر ہیں، اپنی دونوں شقوں سمیت باطل ٹھیکر۔

اثری صاحب کا تیسرا اعتراض اور اس کا مدلل جواب

اثری صاحب نے تیسرا اعتراض کرتے ہوئے امام ابن حجر کی غیض الجبر کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ایک اور تابعی" ابو حازم سلمہ بن دینار الاسودج بھی فرماتے ہیں کہ "ادریک الثاقس حکم مرفوع میں نے لوگوں کو دیکھا وہ سب بیدیدہ؟

(ہفت روزہ الاعتقاد، جنوری ۱۹۹۹ء ص ۱۱)

امام ابن حجر علیہ الرحمۃ نے امام ابو حازم سلمہ بن دینار الاسودج کا یہ قول تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے سند کے بغیر لکھا ہے، اور جو بات سند کے بغیر کہی جائے وہ اس وقت تک کوئی اہمیت نہیں رکھتی جب تک کہ اسکی سند پیش نہ کی جائے۔ امام ابن عساکر کی شخصیت اپنی جگہ مسلم لیکن فقہ کے تئذیہ مسائل و احکام میں ان کی نقل و روایت کی سند کا مطالبہ کرنا اور اس سند کی تحقیق و تفتیش کرنا دوسرے فرقہ کا حق نہیں ہے۔

تلخیص الجبر

علیہ الرحمۃ کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جنہیں آپ نے پوری تحقیق سے نہیں لکھا اور جن پر آپ نظر ثانی نہ کر سکے اور اس لئے وہ اپنی ان کتابوں سے راضی بھی نہ تھے چنانچہ امام صاحب کی کتاب "ہدی الساری مقدمہ فتح ابدی کے پہلے صفحہ پر تحریر ہے کہ

قال المسخاوی فی الضوء اللامع امام سخاوی نے اپنی کتاب الضوء اللامع

فی توجہ العافظ ابن حجر کے اندر امام غزالی ابن حجر کے ترجمہ میں آیا جس کے الفاظ ہیں "اور میں نے امام ابن حجر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں شرح بخاری و مقدمہ شرح بخاری و مشتبہ و تہذیب التہذیب اور لسان المیزان من تحریر ہا سوی شرح البخاری و مقلدۃ و المشتبہ و التہذیب و لسان المیزان الخ

انہیں دوبارہ لکھنے کا موقع نہ ملا۔ امام ابن حجر عسقلانی اپنی پانچ کتابوں کے سوا کسی بھی کتاب سے خوش نہیں تھے۔ ان میں سے ایک غیض الجبر بھی ہے جس کا حوالہ اثری صاحب نے دیا ہے اس لئے اثری صاحب کا اسکے حوالے سے سند رفع یدین پر تنقید کو کوئی اہمیت نہیں لکھا اور ویسے بھی سب لوگوں کو دیکھنے کا دعویٰ عقل کے بھی خلاف ہے۔ لہذا یہ روایت حجت نہیں ہے۔

اثری صاحب کا چوتھا اعتراض اور اس کا جواب

اثری صاحب کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ "امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت علی بن مسعود کے علاوہ جس صحابی سے بھی ترک رفع یدین منقول ہے اس سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے ان (ابن عبد البر) کے الفاظ میں:

"لم یرو عن احد من الصحابة ترك الرفع ممن

لم یختلف عنه فیہ الا ابن مسعود"

(المہید ص ۲۱۹، ص ۲۱۶ ج ۹)

لہذا حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ جن صحابہ کرام کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے ۱۰ امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ان سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔

(ہفت روزہ الاعتقاد، ۸ جنوری ۱۹۹۲ء)

جناب اثری صاحب کے اس اعتراض سے درج ذیل باتیں اخذ ہو گئیں۔

(۱) ایک یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین ہی منقول ہے یعنی وہ رکوع کا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(۲) دوم یہ کہ ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے رفع یدین منقول ہے۔

(۳) سوم یہ کہ جن دیگر صحابہ کرام سے رفع یدین منقول ہے ان سے ترک رفع یدین بھی منقول ہے۔

(۴) چہاں یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ سے رفع یدین کرنا اور نہ کھانا دوڑا ثابت ہیں۔

اثری صاحب کی دیانتداری

یہاں جناب اثری صاحب کی دیانتداری بھی قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ جناب مالا نے امام ابن عبدالبر علیہ رحمۃ کی تہمید کے صفحہ ۲۱۶ کا جو حوالہ دیا ہے جہاں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے سوا جس صحابی کے بھی ترک رفع یدین منقول ہے اس سے رفع یدین بھی ثابت ہے۔ جناب اثری صاحب نے تہمید کی آگے کی یہ عبارت چھوڑ دی۔

”ودروی الکوفیون عن علی رضی اللہ عنہ مثل ذلک“

(تہمید ج ۹ ص ۲۱۶)

کہ کوفہ کے محدثین و فقہاء نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح کا عمل (ترک رفع) روایت کیا۔ مطلب یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے علاوہ جس صحابی سے بھی رفع یدین منقول ہے، اس سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔ لیکن گناہ جناب اثری صاحب کوفہ کے محدثین و فقہاء سے استفادہ ناراض ہیں کہ ان کی روایت کا ذکر کرنا بھی حرام نہیں فرمایا حالانکہ امام ابن عبدالبر نے ان کی روایت کا ذکر فرمایا ہے کہ اثری صاحب دیدہ دانستہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حوالہ چھوڑ گئے۔ جہاں علم کی نشان دہی کے معنی ہیں۔

ابن عبدالبر کے حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے سوا جس صحابی سے بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے اس سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔

عقل فیصلہ

اس کے بعد یہ بات فیصلہ طلب ہے کہ ان دو باتوں میں سے پہلے کونسی بات ہے یا ان دو عقلوں میں سے پہلا عمل کون سا ہے اور پچھلا عمل کون سا؟ یعنی عقل و قیاس کا تقاضا کیا ہے کہ رفع یدین کرنا پہلا عمل ہے اور رفع یدین نہ کرنا پچھلا؟ یا اسکے برعکس یعنی نہ کرنا پہلا اور اور کرنا پچھلا؟

جہاں تک عقل و قیاس کا تقاضا ہے اس کی رو سے یہی بات صحیح قرار پاتی ہے کہ رفع یدین کرنا پہلا عمل ہے اور نہ کرنا پچھلا عمل ہے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رفع یدین کا عمل کرتے تھے بعد میں اُسے چھوڑ دیا۔ لیکن یہ بات قیاس کے مطابق یا عقل کی روشنی میں صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ صحابہ کرام شروع میں رفع یدین نہ کرتے ہوں اور بعد میں کرتے ہوں

اور بعد میں کرنے لگ گئے ہوں کیونکہ اگر ایسی بات ہوتی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی کرنا شروع کر دیتے۔ علاوہ ازیں اس کا قائل بھی کوئی نہیں ہے۔
علاوہ ازیں امام ابن عبد البر کے قول کا یہ مطلب لیا بھی درست نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے سوا کسی نے بھی رفع یدین کا عمل ترک نہیں کیا کیونکہ ہم اپنے رسالہ رفع یدین نمبر میں دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ میں سے حضرت براء بن عازب حضرت عمرو بن عبد اللہ رحمہما رضی اللہ عنہم رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اگر ان کے قول کا یہی مطلب ہے تو ہم اسے حقیقت نہیں سمجھتے۔

رفع یدین کے بارے میں مختلف آراء | امام حافظ ابن عربی مابکی ۵۴۲ھ

علیہ السلام اپنی کتاب عارفۃ الاحوذی میں رفع یدین کے بارے میں فلتان اراذل کرتے ہیں۔

- (۱) ایک یہ کہ شروع سے لیکر آخر تک نماز میں کوئی رفع یدین نہیں ہے۔
- (۲) دوسری یہ کہ صرف تکبیر احرام میں رفع یدین ہے پھر نہیں ہے۔ جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور بصیریوں کی مشہور روایت میں بھی یہی موقف ہے۔
- (۳) تیسری یہ کہ تکبیر احرام کے علاوہ تکبیر رکوع میں بھی رفع یدین ہے۔
- (۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ تکبیر احرام، تکبیر رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کریں گے، یہ امام شافعی اور ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ تیسری رکعت کی ابتداء میں بھی رفع یدین ہے۔

(عارفۃ الاحوذی شرح صحیح الترمذی ج ۲ ص ۵۵)

- (۶) امام طاہر علامہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور امام ارباب السخانی تو دو مسجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرتے تھے۔ (تمہید ج ۹ ص ۲۲۵)

اور جبکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے طور پر روایت کیا۔ (بیہقی ج ۲ ص ۷۲)

اور امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ تنبیہ میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین کے بارے میں ایک موقف یہ ہے کہ یہ نماز کی زینت ہے (یعنی افضل ہے) ارکان نماز سے نہیں یعنی فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ محض مستحب ہے) اور امام اوزاعی اور امام حمیدی رحمہما اللہ کا مذہب یہ ہے کہ (یہ فرض ہے یا واجب ہے) تو جس نے رفع یدین نہ کی انکی نماز ناسد ہے (فرض کی صورت میں) یا ناقص ہے (واجب ہونے کی صورت میں) اور بعض کا خیال ہے کہ ترک رفع یدین سے اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے اور یہ ہمارا (مالکیہ کے) نزدیک صحیح رائے نہیں ہے کیونکہ اعادہ کو واجب کرنا اسے فرض (عملی) قرار دینا ہے)

(تمہید ج ۹ ص ۷۲)

(۵) پانچویں دلیل | جاب اثری صاحب نے مسئلہ رفع یدین پر اعتراض کرتے ہوئے پانچویں دلیل یہ دی ہے کہ امام اوزاعی جو شام کے مشہور فقیہ و محدث اور حلیل القدر اتباع التابعین میں شمار ہوتے ہیں فرماتے ہیں درجہ

”ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اہل کوفہ کے علاوہ حجاز و بصیرہ اور شام کے علماء کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے ابتداء میں رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔“ (تمہید ج ۹ ص ۷۲ وغیرہ)

اثری صاحب کی ایک دیانت داری | قارئین یہاں جاب اثری

کی ایک اور دلائل بھی ملاحظہ فرمائیں کہ موصوف نے تہمید میں سے امام اوزاعی کی عبادت کا وہ جتنہ نقل فرمایا جو ان کے مفید مطلب تھا اور وہ جتنہ چھڑ دیا جو ان کے خلاف جاتا تھا۔ ابھی ہم اُدھر لعل کر چکے ہیں کہ امام اوزاعی کا رفع یدین کے بارے میں جو موقف ہے وہ وہابی (الحدیث کہلانے والے) حضرات کے برعکس ہے کہ ان کے نزدیک رفع یدین زیادہ سے زیادہ سنت ہے مگر امام اوزاعی علیہ الرحمۃ عین کا حوالہ اثری صاحب ہمارے خلاف میں فرما رہے ہیں، (الحدیث کہلانے والے) وہابی حضرات کے بھی خلاف موقع رکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک رفع یدین واجب ہے نہ کرنے والے کی غار واجب الافادہ چنانچہ تہمید میں اثری کی پیش کردہ عبارت سے ملے گی یہ عبارت ہے چھے اثری صاحب اپنے خلاف بھکر چھڑ گئے۔

تقیل للاوزاعی، فان نقص من ذلك شيئا؛ قال ذلك نقص من صلوة۔ امام اوزاعی سے سوال ہوا کہ اگر کسی نے اس میں سے کچھ کم کیا؟ فرمایا وہ اس کی نیک نیت کا نقصان ہوگا۔

(تہمید ج ۹ ص ۲۲۵)

امام ابن عبد البر نے تہمید کے صفحہ ۲۲۵ پر صراحت کر دی ہے کہ امام اوزاعی امام عیدی کے نزدیک ترک رفع یدین سے غارت یا تو فاسد ہو جاتی ہے یا ناقص۔

لیکن اثری صاحب نے امام اوزاعی کا حوالہ پیش کر کے قارئین کو مخاطبہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ امام اوزاعی کا بھی وہی موقف ہے جبکہ امام اوزاعی کا موقف اثری صاحب اور ان کے ہم مسلک حضرات کے موقف سے مختلف ہے۔ لہذا اثری صاحب کو ان کے حوالہ کے پیش کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اور خود امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ امام اوزاعی اور امام عیدی رحمہما کے موقف کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

والفرائض لا تثبت الا بحجة اور فرائض تو دلیل قطعی یا ایسی سنت سے ثابت ہوتے ہیں جس کے مقابلے میں کوئی دلیل نہ ہو یا انت کے اجماع سے۔

(التہمید ج ۹ ص ۲۲۵)

یعنی رفع یدین کا مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی کوئی دلیل قطعی ہو اور نہ ہی ایسی حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کے مقابلے میں کوئی حدیث صحیح نہ ہو اور نہ ہی یہ اجماع امت سے ثابت ہے۔

اور امام عبد البر کی مذکورہ عبارت سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک رفع یدین ایسی سنت ہے کہ اس کے مقابلے میں علم رفع یدین کی سنت بھی موجود ہے ایسی صورت میں یہ واجب نہیں قرار پاسکتا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں

ومتايدل على ان رفع الیدین ليس بواجب ما اخبر به الحسن کے دلائل میں سے ایک حسن بصری کی وہ روایت ہے جو انہوں نے صحابہ سے لے کر عیسیٰ علی من توحہ۔ نقل کی کہ رفع کرنے والے صحابہ کرم رفع یدین نہ کرنے والے صحابہ پر کئی تنقید نہیں کرتے تھے۔

(التہمید ج ۹ ص ۲۲۵)

امام ابن عبد البر کی اس عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ رفع یدین نہ کرنے والے صرف اچھے حضرات ابن مسعود تھے اگر وہی اچھے رفع یدین نہ کرتے اور ابی سب صحابہ کرتے تو یہ ایک عجیب سی بات ہوتی جو یقیناً قابل تنقید ہوتی (بلکہ ان کے ساتھ کئی اور صحابہ بھی تھے جو رفع یدین نہیں کرتے تھے) کہ یاد دہانوں طرف سے متعدد صحابہ تھے۔

نیز امام ابن عبد البر حضرت داکن بن حجر کی اس حدیث کو جس میں رفع یدین کا ذکر ہے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

قال محمد بن حنبلہ قدس سرہ
ذات الحسن بن ابی الحسن
فقال ہی صلوة رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ
من فعلہ و ترکہ من ترکہ ففی هذا
الحديث دلیل علی انہ
منہم من ترکہ ولم یجب
علیہ من فعلہ واللہ اعلم
والتمہید ج ۹ ص ۲۲۴

کوئی طعن و تشنیع نہ کر۔ و اذہم
امام ابن عبد البر کے اس حوالہ سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کے
صحابہ کرام میں صرف ایک عائشہ بن مسعود یا حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ہی رفع یدین
ترک نہیں کر دیا تھا بلکہ ایک جماعت نے ترک کر دیا تھا اور ایک جماعت نے ترک نہیں
کیا تھا، بخیر کہ امام ابن عبد البر کی عبارت جو انہوں نے حسن بن ابی الحسن کے حوالہ سے
نقل کی ہے، ایسی یہ الفاظ غور طلب ہیں ”فعلہ من فعلہ و ترکہ من ترکہ“
کہ اسے یکجا جنہوں نے کیا اور اسے چھوڑ دیا جنہوں نے چھوڑ دیا، لفظ ”من“ عام معنوی
ہے، یعنی رفع یدین کرنے والے اور نہ کرنے والے بکثرت تھے۔ اور ساتھ ہی امام ابن
عبد البر کا یہ ارشاد دغور طلب ہے کہ رفع یدین کرنے والے نہ کرنے والوں پر اعتراض
نہیں کرتے تھے۔ اگر ترک رفع یدین سنت سے ثابت نہ ہوتا تو رفع یدین کرنے

والے ترک کرنے والوں پر ضرور اعتراض کرتے کہ سنت کا ترک صحابہ
کرام کو کیسے گوارا ہو سکتا تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین بھی سنت
سے ثابت ہے اسی لئے امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ نے رفع یدین کو فرض
یا واجب ٹھہرانے والوں کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ

والفرائض لا تثبت الا بحجة
او سنة لا معارض لہا
او اجماع من الامة
(التمہید ج ۹ ص ۱۲۱)

فرائض دلیل قطعی سے یا اسی سنت سے
ہی ثابت ہوتے ہیں جبکہ مقابلہ میں
دلیل (سنت) نہ ہو (بخیر کہ سنت کا مقابل
و معارض سنت ہی ہے) یا اجماع اُمت سے۔
معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین سنت سے ثابت ہے ورنہ اس پر صحابہ کرام ضرور
اعتراض کرتے اور یہ کہ سنت کا معارض سنت ہی ہو سکتی ہے اس سے ہم نہیں
ہو سکتی چنانچہ فن مناظرہ سے واقف علماء اچھی طرح جانتے ہیں کہ معارضین کے لئے
ساد ہی ہونا ضروری ہے، تو سنت کا معارض کم از کم سنت ہی ہو سکتا ہے تو امام ابن
عبد البر کے کلام سے ثابت ہوا کہ رفع یدین کی سنت کا معارض بھی ترک رفع یدین
کی سنت ہے۔ اور ترک رفع یدین اگر سنت سے ثابت نہ ہوتا
تو صحابہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے توقع نہیں کہ ان کے لئے ایسا شخص سنت مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا علاوہ ترک کرے اور وہ اس پر غاوشیں ہیں اور اس پر اعتراض
نہیں کریں۔

جب دونوں باتیں سنت سے ثابت ہوں تو ان میں سے کسی ایک ہی کو سنت نہیں
قرار دیا جاسکتا جیسا کہ امام حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ
”والسنة لا تثبت اذا تعارضت
سننوں میں جب تعارض اور تضام
پیدا جائے تو اس وقت سنت ثابت

(التمہید ج ۹ ص ۲۴)

نہیں ہوتیں۔

ہو نہ کہ رفع الیدین کی سنت کے مقابلہ میں ترک رفع الیدین کی سنت موجود اور ثابت ہے لہذا اب صرف رفع الیدین کی سنت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ جب امام اعظم ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ علیہما کے درمیان دارالحنافین مکہ مکرمہ میں رفع الیدین کے بارے میں منہ بخلاف ہو تو امام اوزاعی نے اپنی سند کے ذریعے رفع الیدین کا ثبوت پیش کیا اور امام ابوحنیفہ نے جواب میں اپنی سند سے ترک رفع الیدین کا ثبوت پیش کیا تو امام اوزاعی نے اپنی سند کے قلعہ کی بات کی تو امام ابوحنیفہ نے اپنی سند کے بادلیل کا امام اوزاعی کی سند کے راویوں کی نسبت زیادہ فقیہ ہونا ثابت کیا تو امام اوزاعی لا جواب ہو گئے اور خاموشی اختیار فرمائی (مسند امام ابوحنیفہ ص ۲۵۵ ج ۲ ص ۲۵۵) شرح منہج المکرّم (۵)

علوم ہوا کہ سنت سے دونوں باتیں ثابت ہیں رفع الیدین بھی اور ترک رفع الیدین بھی۔ جسکی احادیث کے ان ترجیح و تطبیق یوں کی گئی ہے کہ رفع الیدین پہلے ہو کر یا

تھا بعد میں منع کر دیا گیا کہ اسے ترک کر دیا گیا لیکن جنہیں مخالفت کا علم نہ ہوا انہوں نے اسے جاری رکھا یوں صحابہ کرام کے اور ان کے بعد تابعین و تابع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دیگر وہ ہر گز نہ گویا ایک گروہ کے نزدیک رفع الیدین سنت منسوخ قرار پائی اور دوسرے گروہ کے نزدیک سنت ثابتہ۔

اثری صاحب کا یہ چھٹا اعتراض

یہ ہے کہ "امام اوزاعی جو شمس کے مشہور فقیہ محدث اور جلیل القدر تابع ابن عباس ہیں شمار ہوتے ہیں فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اہل کوفہ کے علاوہ حجاز، بصرہ اور شام

کے علماء کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے ابتداء میں رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنے لگتے تھے؟ (الاعتقاد ج ۸ صفحہ ۱۲۷ ص ۱۲۷)

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے ہمیں اسکی سند کچھ مشکوک لگتی ہے کیونکہ امام ابن عبد البر نے اسے وثوق و اعتماد کے صیغہ سے نقل نہیں کیا۔ بلکہ فرماتے ہیں:

"وذكر الطبري" کہ امام طبرسی نے ذکر کیا اسکے بعد جو سند بیان کی گئی ہے کہ ابن عباس بن ولید راوی ہیں جو اپنے باپ ولید بن یزید سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام اوزاعی سے۔ ہمیں اسرار رجال کی کتابوں میں عباس بن ولید بن یزید اور ولید بن یزید کے مفصل حالات نہیں ملے اس لئے ہم اس سند پر کوئی تبصرو نہیں کر سکتے البتہ یہ فرض محتمل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے ابتداء میں رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے رفع الیدین فرماتے تھے ہم نے اس کا انکار نہیں کیا لیکن اسکے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی یہ سنت بعد میں قائم و دائم بھی رہی یا متروک ہو گئی؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ سنت بعد میں متروک ہو گئی تھی چنانچہ ہم امام ابن عبد البر علیہ الرحمۃ کی اسی تمہید کے حوالہ سے عرض کر چکے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت پھر ان کے بعد تابعین پھر اتباع تابعین کی جماعتوں نے رفع الیدین ترک کر دیا اور صحابہ میں سے خصوصاً سیدنا ابو بکر صدیق و عمر فاروق و علی مرتضیٰ و زبیر بن عابد عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر اکابر صحابہ نے ترک کر دیا اگر رفع الیدین کی سنت متروک و مہجور نہ ہو چکی ہوتی کہے ترک کر سکتے تھے۔

امام ابن حزم کا تسلیم کرنا کہ ترک لیفیع صحیح ہے

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم المتوفی ۴۵۱ھ رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب المحلی میں اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار یمن ترک فرمانا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ اس کے وہ (ابن حزم اور ان کے اہل مسلک) کفار یمن کو واجب قرار نہیں دیتے فرماتے ہیں کہ

قد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدہ
عند کل خفض ورافع وانہ کان لا یرفع
بے شک یہ بات درجہ محبت کو پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک کو اٹھاتے اور اوپر کاٹھاتے رفع یمن کرتے تھے اور نہیں بھی کرتے تھے۔

(المحل ج ۲ ص ۲۳۵)

امام ابن حزم ظاہری جو کسی تاویل و توجیہ کے بغیر محض فی ہر خصوص پر عمل کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور اس حقیقت کو تسلیم فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار یمن کو ترک کرنا بھی صحیح ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام فخر سیف ابن عیینہ رحمہ اللہ متوفی ۱۹۸ھ جو امام اعظم و امام سفیان ثوری و امام ابن مبارک و امام شعبہ و امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے بھی استاذ ہیں جن کے بارے میں امام ابن عرب فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن عیینہ سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کا عالم نہیں دیکھا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے جس قدر علم کی غفلت و جہالت امام ابن عیینہ میں دیکھی اور کسی میں نہیں دیکھی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے فقہاء (مجتہدین) میں سے امام ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سننوں کا عالم نہیں دیکھا اور امام ابن ہبسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ

”کان اعلم الناس بحديث اهل حجاز کی حدیث کے سب سے اہل الحجاز۔“

اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں پر اللہ کی حجت تھے۔ اسی امام سفیان بن عیینہ جراحہل حجاز کی حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، کے بارے میں امام ابن علقمہ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

وَكَانَ ابْنُ عَيْنَةَ رَجُلًا
فَعَلَهُ مَا بَعْدَ مَا يَفْعَلُهُ -
امام ابن عیینہ بسا اوقات رفع یمن کرتے تھے اور بسا اوقات نہیں کرتے تھے۔
(المعجم ج ۱ ص ۲۲۶)

تاریخیت! عز فرمائیں یہ امام جراحہل حجاز کی حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے اگر اہل حجاز کی حدیثوں میں رفع یمن متروک نہ ہوتا اور اہل حجاز نے رفع یمن ترک نہ کیا ہوتا تو ان کی حدیث کے سب سے بڑے عالم رفع یمن کیسے ترک کرتے۔ مجددہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ یہ دعویٰ درست نہیں کہ اہل کوفہ کے سوا کسی نے رفع یمن ترک نہیں کیا۔

نہیں کیا۔ کچھ ثابت ہوا کہ اہل حجاز کے نزدیک بھی رفع یمن متروک تھا اس کے ان کی حدیث کے سب سے بڑے عالم امام ابن عیینہ کا ہے گاہے رفع یمن ترک فرماتے تھے اور گاہے کہہ لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اسی کتاب میں تسلیم کیا کہ رفع یمن ضروری نہیں کیونکہ حضرت حسن نے صحابہ سے خبر دی ہے کہ

ان من رفع منه لم يجب
علی من توکمه (۲۲۶)
بے شک جو صحابہ رفع یمن کرتے تھے وہ رفع یمن نہ کرنے والوں پر قہر میں نہیں کرتے تھے۔

الذین منہم من ترکہ ولم
یجب علی من فعلہ -
(۲۷۷)

بلاشبہ کچھ صحابہ نے رفع یدین چھوڑ دیا
تھا وہ رفع یدین کرنے والوں پر اعتراض
نہیں کرتے تھے۔

لیجئے بات واضح ہو گئی کہ رفع یدین کے مسئلہ میں صحابہ کرام کے دو گروہ
ہو گئے تھے ایک گروہ رفع یدین کرتا تھا اور ایک گروہ نہیں کرتا تھا اور وہ ایک دوسرے
پر کوئی اعتراض بھی نہیں کرتے تھے تو اگر رسول اللہ ﷺ سے ترک رفع یدین
ثابت نہ ہوتا تو صحابہ اسے کیوں ترک کرتے اور دوسرے صحابہ ان پر کیوں اعتراض
نہ کرتے۔ لہذا اب یہ کہنے کی گنجائش نہ رہی اور نہ ہی یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے
کہ اہل کوفہ کے سوا اہل حجاز وغیرہ کے اہل علم رفع یدین پر متفق تھے۔

امام ترمذی کی گواہی

علاوہ ازیں امام ترمذی علیہ الرحمۃ کی صحیح ترمذی دیکھ
لیجئے آپ کو ہمیں امام ترمذی کی یہ گواہی بھی مل جائے گی کہ
وہ بھی یقول غیر واحد من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
والتابعین وهو قول سفیان
واہل الکوفہ۔

اور رفع یدین نہ کرنا نبی کریم ﷺ
کے کئی ایک صحابہ و تابعین کا
مسک سہار سفیان اور اہل کوفہ
کا بھی۔

(صحیح الترمذی ج ۱ ص ۲۵)

امام ترمذی نے واضح کر دیا کہ صرف حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ کا وقت نہیں بلکہ حضور ﷺ کے کئی ایک صحابہ اور تابعین کا
بھی یہی مذہب ہے۔ پھر سفیان اور اہل کوفہ کا ذکر فرمایا کہ ان کا بھی یہی مسک سہار ہے۔

اثری صاحب کی غلطی

جانب اثری صاحب نے امام محمد بن نصر المروزی
کے قول کا جو ترجمہ فرمایا وہ صحیح نہیں فرمایا بلکہ دیرہ دانستہ یا غلط سے اس کا ترجمہ
یا مفہوم کچھ کا کچھ بیان فرمادیا جو اہل علم ہونے کے دعویٰ دار کے شایان شان
نہیں۔ ہم امام مروزی کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

لأنہ لم یصرنا من الامصار
ینسب الی اہل العلم قاصدا
تروکوا باجماعہم رفع الیدین
عند الخفض والرفع فی الصلوۃ
الذہل الکوفہ۔

ہم قدیم سے شہروں میں سے کسی ایسے
شہر کو جو اہل علم سے منسوب ہو نہیں
جانتے جہاں کے تمام باشندوں نے
غماز بہ اتفاق رفع یدین ترک کر دیا ہو
سوائے کوفہ والوں کے

(المصنف ج ۹ ص ۱۳۳)

تو اہل انصاف فرمائیں اور جانب اثری صاحب کے دیانت دارانہ ترجمہ اور
حقیقی ترجمہ میں فرق ملاحظہ فرمائیں اور علماء الحدیث جس طریقہ سے دیانتداری کا پابندی
کا خون کرتے ہیں اس کا اندازہ بھی لگائیں۔ ہم نے اصل عبارت آپ کے سامنے
رکھ کر اس کے سامنے اس کا ترجمہ صحیح دے دیا ہے۔ اس ترجمہ کو اگر جانب
اثری صاحب نے جو عبارت نقل کیے بغیر اس کا ترجمہ یا مفہوم بیان فرمایا ہے اسے
غور سے ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ دونوں میں کس قدر فرق ہے۔

اثری صاحب نے عبارت نقل کیے بغیر جو ترجمہ نقل کیا ہے اسے پھر ملاحظہ فرمائیں۔
”یہی بات امام محمد بن نصر مروزی نے کہی ہے کہ ”اہل کوفہ کے علاوہ تمام
شہروں کے علماء کا اتفاق ہے کہ غماز میں رفع یدین کرنی چاہیے۔“

(ہفت روزہ الاعتقاد، چیز ۱۲ ص ۱۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل کوفہ کے سوا تمام شہروں کے علماء دپور سے
عالم اسلام کے لوگ رفع یدین کرتے تھے، اثری جناب کے پیش کردہ ترجمہ
سے یہ تاثر ملتا ہے کہ تمام عالم اسلام ایک طرف تھا اور کوفہ والے ایک
طرف۔ اس کے بعد کون سا با شعور انسان ہر گرجا اہل کوفہ کو حق پر

لکھے گا اور پورے عالم اسلام کو غلطی پر۔ بلکہ اس کے برعکس ہر انسان اہل کوفہ کو غلطی پر
پر تصور کرے گا۔ جبکہ حقیقت کچھ اور ہے۔ اصل عبارت ہم نے نقل خودی اور ترجمہ
بھی سن کر دیا وہ یہ کہ اہم مروزی فرماتے ہیں کہ "ہم قدیم سے کوفہ کے سوا کسی
اہل شہر کو نہیں جانتے" جیسے علماء نے یہ اتفاق نمازیں رفع کرنا ترک کر دیا ہو۔ یعنی
ان کے علم میں ایک کوفہ ہی ایسا شہر ہے جس کے تمام باشندہ علماء نے یہ اتفاق نمازیں
رفع یدین چھوڑ دیا۔ گویا اہل شہروں کے تمام علماء نے نہیں چھوڑا۔ جس کا مطلب یہ
ہے کہ بعض نے تو چھوڑا مگر اہل کوفہ کا طرح سب سے اس کے چھوڑنے پر اجماع یا اتفاق
نہیں کیا یعنی انہیں اختلاف رہا بعض نے رفع یدین چھوڑ دیا اور بعض نے نہ چھوڑا مگر اہل
کوفہ میں اس کے ترک کرنے پر کسی نے اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے اتفاق کر کے رفع یدین
ترک کر دیا۔

نفی مقید میں نفی قید ہی کی ہوتی ہے

ہیں کہ جب مقید پر نفی آتی ہے تو وہ نفس شئی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ قید کی نفی ہوتی ہے
چنانچہ مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ

الظاهر رجوع النفي الى
القيد۔

یہ ظاہر در روشن بات ہے کہ نفی کا رجوع
قید کا طرف ہوتا ہے۔

(مسلم الثبوت ص ۱۳ طبع دہلی)

یعنی یہ بات ظاہر اور روشن ہے کہ جب نفی مقید پر آتی ہے تو نفس شئی مقید کی
نفی نہیں ہوتی بلکہ قید کی ہوتی ہے۔ اہم مروزی کے کلام میں "لا نعلم مصرا
من الامصار" کی نفی کا تعلق "تو کھو" یا "جما" کے ساتھ
ہے یعنی ایسا ترک جو مقید ہے اجماع کے ساتھ اس کی نفی ہے نفس ترک کی نفی نہیں ہے۔

لہذا کلام مذکور کا مفاد یہ ہوا کہ اہل کوفہ کے سوا اہل شہروں کے علماء نے ترک
رفع پر اجماع نہیں کیا، جبکہ اثری جناب کلام کی نفی کو اڑا گئے اور نفی کی جگہ مثبت
انذار میں مفہوم بیان کر دیا کہ "اہل کوفہ کے سوا تمام شہروں کے علماء کا اس پر
اجماع ہے کہ رفع یدین کرنی چاہیے" "لا حول ولا قوة الا باللہ"
اور کہاں یہ بات اور کہاں یہ کہ "ہم نہیں جانتے کہ اہل کوفہ کے سوا کسی شہر کے
علماء نے ترک رفع پر اجماع کیا ہو" تو مروزی کے کلام میں ترک رفع پر اجماع کی نفی
ہے مگر اثری جناب اس کا ترجمہ اس کے برعکس "اجماع یدین پر اجماع کی صورت
میں کر رہے ہیں۔ لا حول ولا قوة الا باللہ" اور جو اس کلام کا صحیح ترجمہ ہے وہ حقیقت
ہماری موقف کی تائید کرتا ہے کہ رفع یدین کے مسئلہ میں صحابہ تابعین و تابع تابعین
میں اختلاف رہا ہے اگر اس کی ترک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتا تو صحابہ
اور ان کے بعد کے علماء میں اس پر اختلاف نہ ہوتا بلکہ ترک کرنے والے کی شامت آجاتی
یہی اہم مروزی کے کلام کا مفہوم ہے جو ہماری موقف کا مؤید ہے۔

اسی لئے جناب اثری جناب نے اہم مروزی کے کلام کی اصل عبارت کے
نقل نہ کرنے میں اپنے مسلک کی ثابت بھی اور اس کا من گھڑت مفہوم نقل فرما کر
قارئین کو مضابطہ میں کی ناکام کوشش فرمائی ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زیلخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں

لہذا جناب اثری صاحب کا یہ دعوی غلط ٹھیکر کہ کوفہ کے علاوہ باقی عالم اسلام میں اس پر عمل تھا۔ اگر جناب اثری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ کوفہ کے تمام باقی عالم اسلام کے تمام علماء بہ اتفاق و اجماع رفع یدین کرتے تھے تو یہ قطعاً غلط ہے ابھی ہم دیگر حوالوں کے علاوہ امام ترمذی کے حوالہ سے بھی ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔ اگر اثری صاحب کا یہ مطلب ہے کہ کوفہ کے سوا باقی عالم اسلام کے کوئی ایک علماء رفع یدین پر عمل کرتے تھے تو یہ بات بھاری بھالی کے خلاف نہیں ہے۔

ساتواں اعتراض

جناب اثری صاحب فرماتے ہیں کہ: "یاد ہے کہ خود کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری و حضرت عمار بن یاسر جیسے بکبار صحابہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین کر رہے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے" (دارقطنی و نسب الزیادہ) اس کا جواب مجھے مینے کی ضرورت نہیں جناب اثری صاحب نے اس کے تین سطور کے بعد خود ہی اپنی تزیید فرمادی وہ فرماتے ہیں: "کوفہ کے علاوہ باقی عالم اسلام میں اس پر عمل تھا" (الاعتقاد المذكور ص ۲۸)

یعنی کوفہ میں رفع یدین کا عمل نہ تھا۔ باقی عالم اسلام میں تھا۔ کہ کوفہ میں اس پر عمل ہونے کا نفی انہوں نے خود ہی فرمادی ہے۔

عجب کچھ ٹھیکر میں ہے سیکھنے والا جیٹ دامان کا جو یہ ٹانگا تودہ ادھر ادھر تودہ ادھر تودہ یہ ٹانگا

آٹھواں اعتراض

مسند رفع یدین کے سلسلہ میں راقم کی طرف سے پیش کی گئی تحقیق و تدقیق پر جناب اثری صاحب کا آٹھواں اعتراض یہ ہے کہ "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع یدین نہ کرنے والوں کو کلکیاں مارا کرتے تھے"۔

(مسند حمیدی ص ۲۰۰ ج ۲، دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۹، جندہ رفع الیدین ص ۱۱)
(الاستیعاب ص ۲۶ ج ۲) (الاعتقاد ص ۸، جنوری ۱۹۹۲ء ص ۱۱)

تحقیق سند

اسہم بائندہ ان احادیث کا ناقدانہ جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کو پتہ چلے کہ ہماری پیش کردہ تحقیق پر جو اثری صاحب نے اعتراضات کئے ہیں ان کی حیثیت کیا ہے:

"اس حدیث کو امام حمیدی نے ولید بن مسلم سے انہوں نے زید بن واقد سے انہوں نے تافع سے روایت کیا کہ

أن عبد الله بن عمر كان إذا البصر رجلاً يصلي لا يرفع يديه كلما خفض ورفع حصبه حتى يرفع يديه (مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۸)
علاشبہ حضرت عبداللہ بن عمر جب کسی آدمی کو اس طرح غار پر بٹھا دیکھتے کہ جب وہ سر کو نیچے جھکاتا اور اوپر اٹھاتا ہے رفع یدین نہیں کرتا تو آپ اسکو کلکیاں مارا کرتے تھے تاکہ وہ رفع یدین کرے۔

امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابوہریرہ نیشاپوری سے انہوں نے عیسیٰ بن ابی عمران سے انہوں نے ولید بن مسلم سے انہوں نے زید بن واقد سے

انہوں نے نافع سے روایت کیا۔ اس سند میں بھی عیسیٰ بن ابی عمران کے بعد مسند حمیدی کی سند آجاتی ہے۔ اور امام بخاری نے بھی اپنی جز رفع الیدین میں امام حمیدی سے روایت کیا انہوں نے ولید بن مسلم سے انہوں نے زید بن واقد سے انہوں نے نافع سے۔ جناب اثری صاحب نے اعتراض میں اگرچہ متعدد کتابوں کے حوالے پیش کئے ہیں۔ مسند امام حمیدی، دارقطنی اور جز رفع الیدین امام بخاری وغیرہ مگر سب میں امام حمیدی کی ہی سند ہے کیونکہ وہ امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے بھی ان سے روایت کیا اور امام دارقطنی کی سند میں بھی ابو جریث پوری اور عیسیٰ بن ابی عمران کے بعد امام حمیدی کی سند آجاتی ہے یعنی ولید بن مسلم راوی ہیں۔

ولید بن مسلم مجروح راوی ہیں

اور یہ ولید بن مسلم مجروح راوی ہیں وہ روایت کرنے میں بہت غلطیاں کرتے تھے چنانچہ امام عسقلانی تہذیب میں فرماتے ہیں کہ قال المروزی عن احمد کان امام مروزی امام احمد سے نقل کرتے ہیں الولید کثیر الخطأ۔ کہ ولید بکثیر الخطأ تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۵۳)

یعنی ولید بن مسلم نہ صرف یہ کہ روایت کرنے میں غلطیاں کرتے تھے بلکہ بہت ہی غلطیاں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ بدلیس اور ارسال بھی کرتے تھے یعنی بدس اور مسل بھی تھے۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اتصلت علیہ احادیث ولید بن مسلم سنی اور ان سنی حدیثیں ماسمع وما لم یسمع وکانت له منکرات۔ امام غلط خط کر دیتے تھے اور اس کی کئی روایات منکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۵۴)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ

قال ابو عسہم الولید مدلس ورجعاً دلّس عن الکذابین والی ان قال دوی عن مالک عشرۃ احادیث لیس لها اصل الخ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۳۳)

امام ابو عسہم نے فرمایا کہ ولید مدلس ہے اور بسا اوقات جھوٹے راویوں سے انکی نشانہ ہی کئے بغیر روایت کرتا تاکہ اسکی روایت قبول کر ل جائے، اور اسے امام مالک سے ایسی حدیثیں روایت کیں جن کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

لہذا اثری صاحب کی یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رفع یدین نہ کرنے والوں کو تحفہ مارنے والی روایت ضعیف ناقابل استدلال قرار پائی جس کے نتیجے میں جناب اثری صاحب کا یہ اعتراض مبالغہ میں چل دیا کارہ ہو گیا۔ علاوہ ازیں ہم گذشتہ قسط میں امام ابن عسہم البزکی تہذیب کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ صحابہ میں سے رفع یدین نہ کرنے والے کہ نیوالوں پر اور رفع یدین کرنے والے کہ نیوالوں پر کوئی اعتراض نہ نہیں کرتے تھے۔

خاص کہ تہذیب کی یہ عبارت پھر دیکھ لیجئے کہ

ان من رفع منہم لمرعیب بلا شہدہ صحابہ رفع یدین کرتے تھے وہ علی من قرعہ۔ ان پر کوئی اعتراض نہ کرتے تھے جنہوں نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔ (التعمید ج ۹ ص ۲۲)

اس خط بھی نگار نے دلی روایت کا جھوٹ بڑا ظاہر ہو رہا ہے۔ اچھا لکھ رہا اس تحقیق سے اثری صاحب کا اعتراض مذکور چل دیا مردود ٹھہرا۔

نواں اعتراض | محترم جناب اتری صاحب کا نواں اعتراض یہ ہے کہ

”حضرت عمر بن عبدالعزیز غلیفہ راشد نے عبداللہ بن عامر کو اپنی ملاقات کی اجازت اس بنا پر نہ دی کہ اس نے عطیہ بن قیس کو رفع یدین کرنے پر مارا تھا۔“ (سیر اعلام النبلاء)

امام بخاری نے بھی اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے ”(الاختصاص ص ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عامر | محترم اتری صاحب نے یہ تو نقل فرمادیا کہ

غلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن عامر کو اپنی ملاقات کی اس لئے اجازت نہ دی تھی کہ انہوں نے عطیہ بن قیس کو غازیہ میں رفع یدین کرنے پر مارا تھا۔ ”مگر یہ بتایا کہ عبداللہ بن عامر کون تھے؟ کیسے ہم قارئین کرام کی رغبت میں ان کا تعارف پیش کرتے ہیں کہ ان کی شخصیت کا مقام درجہ قارئین پر واضح ہو۔ اسی سیر اعلام النبلاء میں امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (طبقات کے تحت سے ہم ذمہ داری کے ساتھ اردو ترجمہ لکھ کر رکھنا کرتے ہیں)

”عبداللہ بن عامر بن یزید بن تیمم (الامام الحیرا) بڑے امام، شام کے مقرر (فن قراۃ و تجرید کے استاد ذوالام)، علم و عرفان کے بلند مقام پر فائز حضرات میں سے ایک ہیں۔ ان کی کثرت الباطن ہے، ایسی دشمنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش فتح مکہ کے سال ہوئی اور یہ بعید ہے اور صحیح وہ بات ہے جو ان کے شاگرد رشید یحییٰ بن عمارت ذہبی نے فرمائی کہ ان کی ولادت سالہ میں ہوئی۔“

اور ہمیں قوی اسناد سے یہ روایت پہنچی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ سے قرآن حکیم پڑھا اور ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے ان سے قرآن کا کچھ حصہ پڑھا۔ اور ایک قول یہ ہے انہوں نے ان سے نصف قرآن پڑھا اور یہ بات درجہ صحت کو نہیں پہنچی (کہ ان سے نصف قرآن پڑھا) اور یہ آیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی و دشمن کے قاضی حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا اور شہر ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید حضرت مغیرہ بن ابی شہاب غزوئی سے پڑھا۔

اور حضرت معاذ بن دھیمان بن بشیر و فضالہ بن عبیدہ اور خاتمہ بن اسقع اور دیگر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں سنیں اور انہیں آگے روایت کیا۔

پھر آگے ان سے ابوبکر بن یزید القسیر و زبیدی و یحییٰ ذہبی و عبدالرحمن بن یزید بن جابر و عبداللہ بن علاء و ابوالحسن کی ایک جماعت نے حدیثیں روایت کیں اور یحییٰ بن عمار وغیرہ نے انہیں قرآن سنایا۔

امام نسائی وغیرہ نے انہیں ثقہ بتایا اور ان کی مروی حدیثوں کی تعداد قلیل ہے۔ امام حیشم بن عمار نے کہا کہ امام ابن عامر و ولید بن عبدالمکک اور ان کے بعد کے زمانوں میں ابن سعد کے رئیس تھے۔ اور (حیشم نے کہا کہ) ابن عامر پر ایک ثقت متوازنہ

منحی رہی پس سعید بن عبدالعزیز نے نقل کیا اور کہا کہ حضرت ابن عامر نے عطیہ بن قیس کو اس وقت مارا جب انہوں نے غازیہ میں رفع یدین کیا اور کہا گیا ہے کہ جب عمر بن الخطاب کو ان کی اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ان کو اپنے پاس آنے سے روک دیا۔

امام ابن عامر کی کثرت میں تو قول ہیں۔ ان میں سب سے قوی قول ابوعمران کا ہے

اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ وہ عربی میں بقیہ حمیر سے ثابت النسب ہیں۔ امام عجمی
ذاری کہتے ہیں کہ امام ابن عامر "جند" کے قاضی تھے اور وہ مسجد دمشق کی حیات
پر مقرر تھے اور مسجد کے رئیس تھے مسجد میں کوئی بدعت کا کام نہیں ہونے دیتے تھے
ان کی وفات مالک اور اہل الشام کے دن ۱۸۰ھ کو ہوئی۔ اور ان کی عمر ۹۰ سال تھی (رحمۃ اللہ علیہ)
اور یحییٰ ذاری نے جو کہا ہے کہ وہ جند کے قاضی تھے اس سے دمشق کا جند مراد ہے
اور وہ ایک خاص شہر اور جو اسکے ساتھ قسطلی علاقے اور قلعے ہیں۔ ان سب کو
جند کہتے ہیں اور میں نے اس امام کا پورا تعارف اپنی کتاب "طبقات القراء" میں
کر دیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۲۹۲/۲۹۳)

امام عسقلانی لکھتے ہیں کہ وہ مسجد دمشق پر مقرر تھے اسیں کوئی بدعت کا کام نہیں ہوتے
دیتے تھے۔ اسکے بعد فرماتے ہیں کہ:

وكان عالماً قاضياً صديقاً
اتخذاه اهل الشام اماماً في
قراءته واختياره -
تفہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۹۵

امام شمس الدین ذہبی اپنی کتاب "سنة القراء البکاء علی الطبقات والاعمار" میں
لکھتے ہیں۔ امام خالد بن یزید المزی نے فرمایا کہ میں نے امام القراء امام عجمی بن عامر
سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی میں دو سال

کا تھا اور میں رسالہ کی عمر میں دمشق منتقل ہو گیا۔ حضرت امام ابن عامر نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے صحابی ابوذر ذار و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے قرآن پڑھنا سیکھا۔ اور دیگر صحابہ
سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ اور وہ شام جانے کے بعد دمشق کی جامع مسجد گجران علی
وامام مقرر ہوئے۔ "وكان لا یوی فیہ بدعة الاغیہا" یعنی آپ کو مسجد میں

جو بدعت کا کام ہوتا نظر آتا اسے روک دیتے تھے اور نہیں ہونے دیتے تھے۔
(ج ۱ ص ۸۷ تا ۸۸ ملخصاً)

امام عسقلانی ابو یحییٰ محمد بن محمد الشافعی المعروف امام ابن الجزری م ۸۳۲ھ
جزری بھی کہتے ہیں اپنی کتاب "النشر فی القراءات العشر" میں لکھتے ہیں کہ امام غزالی
بن عامر نے امام بخاری ابی شہاب حضرت ابوذر ذار و عمر بن زید رضی اللہ عنہما سے قرآن
سیکھا۔ پھر فرماتے ہیں:

وكان اماماً كبيراً وقاضياً جليلاً
وعالمنا مشيراً الى المسلمين
بالجامع الاموي سنين كثيرة -
في ايام عمر بن عبد العزيز وقبله
وبعدہ فكان يؤتم به وهو
امير المؤمنين وناهيك
بذلك منقبه وجعله بين
الامامة والقضاء وشيخة
الوقرة اذ يمشق اذ ذلك دار
الخليفة ومحط رجال العلماء
والمنايعين فاجمع الناس

علی قراءتہ وعلی تلیقہا بالقبول
وهم الصدوق الاول الذین هم
افاضل المسلمین -

(ج ۱ ص ۱۴۳)

کا دار الخلافہ علماء وناہین اہل علم کا گھر تھا جس پر ان کے
سے لوگوں کو ان کی قراءت پر اور تواضع و تسلسل سے
ان کی قراءت کے قبول کرنے چلے آنے پر اکٹھا
کر ڈالا اور ان کی پیروی کرنے والے زمانہ صحابہ کے

رک تھے وہ رک مسلمانوں میں افضل ترین حضرات تھے۔

اور امام ابو حفص عمر بن محمد بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے علماء میں ہیں اپنی شہرت
کتاب "المکرمہ فیما تواتر من القراءات المسبوحہ و تحرد" میں لکھتے ہیں کہ
(اُردو ترجمہ عرض ہے)

"قراء کے جو تھے امام ابن عامر میں ان کا اسم حرامی علیہ السلام ہے
اور حبیب بن عبد الرحمن بن شافع ہے ان کی کنیت ابو نعیم یا ابو عمران ہے
آپ جامع مسجد دمشق کے امام اور دمشق کے قاضی (جج) تھے۔ آپ تابعی
ہیں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے واہب بن اسحق
و نفعان بن بشیر طاقات کی اور یحییٰ بن حارثہ ذماری کہتے ہیں کہ انہوں
نے حضرت عثمان غنی سے قرآن پڑھا اور عثمان غنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے (اور باقی باتیں ہیں جو پہلے مذکور ہر ایک کی صف

خلاصہ تاثرات امام علیہ السلام بن عامر رضی اللہ عنہ جنہوں نے دکن میں رفع
یدین کرنے پر عطیہ بن قیس کو مارا، ان کے بارے میں امام ذہبی و امام عسقلانی و امام
جزیری کے تاثرات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) وہ بڑے امام تھے۔

(۲) وہ جلیل القدر تابعی تھے۔

(۳) فن قراءت کے سات اماموں میں سے ایک عظیم الشان امام ہیں۔

(۴) وہ جلیل و عرفان کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں۔

(۵) انہوں نے حضرت عثمان غنی و حضرت ابو ذر و ابو اور فضالہ بن عبیدہ ایسے اکابر
صحابہ سے قرآن پڑھا۔

(۶) انہوں نے حضرت معاویہ و نفعان بن بشیر و فضالہ بن عبیدہ و واہب بن اسحق و دیگر
صحابہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

(۷) ان سے بہت سے جلیل القدر تابعین و تابعات تابعین نے قرآن و سنت کا علم
حاصل کیا۔

(۸) وہ جامع مسجد دمشق کے نگران الہی و امام تھے۔

(۹) وہ بدعت کے سخت مخالف تھے۔

(۱۰) وہ جامع مسجد دمشق میں کوئی بدعت نہیں ہونے دیتے تھے۔

(۱۱) انہوں نے عطیہ بن قیس کو رفع یدین کرنے پر مارا کہ ان کے نزدیک رفع یدین
بدعت کا کام تھا۔ یہاں سنی کہ ان کے نزدیک یہ چیز منسوخ و منسوخ قرار پا چکی تھی۔
(۱۲) وہ امیر المؤمنین تھے۔

(۱۳) لوگ ان کی پیروی کرتے تھے۔

(۱۴) دمشق دار الخلافہ ہونے کے بعد سے علماء صحابہ و تابعین و غیرہم کا گڑھ تھا۔

(۱۵) صدر اول (زمانہ صحابہ) کے علماء و قراء نے ان کو اپنے زمانہ کا امام اور مسلمانوں
کا امیر قرار دیا اور ان کی قراءت کو قبول کرتے ہوئے ان کی اتباع و پیروی اختیار کی۔
(۱۶) محدثین نے ان کو ثقہ و مستبر قرار دیا۔

عطیہ بن قیس اب عطیہ بن قیس کا تعارف بھی ہو چکا ہے جنہیں امام کبیر حضرت

عبداللہ بن عامر نے رفع یدین کرنے پر مارا۔ یہ عطیہ بن قیس کلانی ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ
اور انہیں ابو یحییٰ دمشقی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دمشق کے باشندے تھے۔ انہوں نے علم حدیث
حضرت ابی بن کعب و حضرت معاویہ و حضرت نفعان بن بشیر و حضرت ابو ذر و ابو و حضرت
عبداللہ بن عمر و حبیب بن عمرو و حضرت عبدالرحمن بن غنم و فرید بن یحییٰ اور ابو ادریس کلانی

و غیر ہم سے حاصل کیا اور آگے ان سے ان کے بیٹے سعد نے وصید بن عبدالعزیز و عبداللہ بن یزید دمشقی و عبدالرحمن بن یزید بن خزم و حسن بن عمران عسقلانی اور علی بن حماد نے حدیث روایت کی اور اس سے قرآن سیکھا۔ امام ابن سعد نے انہیں طبقہ ۲۰ راہ میں شمار کیا اور کہا ہے کہ وہ معروف شخصیت ہیں اور ان کی کئی ایک احادیث مرویہ ہے۔ (الان قال) انہوں نے حضور ﷺ کے نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم کی بھی زیارت کی۔ امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میرے والدہ امام ابو حاتم نے فرمایا کہ عطیہ بن قیس صالح احمدی تھے امام عبدالواحد بن قیس نے فرمایا کہ لوگ عطیہ بن قیس کی قراءۃ کے مطابق اپنے مصاحف کی تصحیح کرتے تھے۔ اور حضرت عطیہ بن قیس نے حضرت ابو ایوب الانصاری کے ہمراہ جہاد میں شرکت کی اور عطیہ بن قیس اور اسماعیل بن عیسیٰ دونوں جہاد (جہاں امام حبیب بن عامر قاضی تھے وہاں کے) قاری تھے۔ امام ابوہریرہ نے کہا کہ عطیہ بن قیس کی ولادت ۱۰۰ سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہوئی اور وہ حضرت معاویہ کی خلافت میں جہاد میں شریک ہوئے اور انہیں کی خلافت کے زمانہ میں ۱۰ سالہ میں وفات پائی۔ امام مغفل الغلابی نے فرمایا کہ مجھے اہل شام میں سے بنی عامر کے ایک شخص نے بتایا کہ عطیہ بن قیس تابعین میں سے تھے اور ان کے والد قیس رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے اور امام سعد بن عطیہ نے کہا ان کی وفات ۱۲۱ سالہ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ امام ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں شمار کیا اور کہا کہ ان کی ولادت (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) ۱۰۰ سالہ میں ہوئی اور وفات حضرت یحییٰ کی وفات سے ایک سال پہلے ۱۲۱ سالہ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب ج ۲، صفحہ ۲۲۹۰)

ہم نے حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عطیہ بن قیس (رضی اللہ عنہما) دونوں کے حالات تکھدیتہ میں تاکہ تابعین کو عام کو معلوم ہو کہ حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت

عطیہ بن قیس دونوں اہل علم تھے، تابعین میں سے تھے۔ اور دونوں جہاد میں تھے۔ اگرچہ حضرت عبداللہ بن عامر علم میں عطیہ بن قیس سے فائق تھے کیونکہ محدثین نے ان کو امام کبیر اور امیر المؤمنین کہا جبکہ عطیہ بن قیس کی شان میں یہ القاب نہیں لکھے۔

قابل توجہ نکتہ

یہاں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ دونوں حضرات نے حضور ﷺ کے صحابہ سے فیض حاصل کیا، دونوں نے حضور ﷺ کے متعدد صحابہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا، حضرت عطیہ بن قیس کا رفع یدین کرنا اسکے سوا ممکن نہیں کہ انہوں نے متعدد صحابہ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین ترک کرنا بھی اسکے سوا ممکن نہیں کہ انہوں نے بھی متعدد صحابہ کو رفع یدین ترک کرتے دیکھا ہوگا اور یہ کہ حضرت حبیب بن عامر کا عطیہ بن قیس کو رفع یدین کرنے پر راضی ہونا بھی اس وقت ہی ممکن ہوگا جب دونوں میں اس موضوع پر بحث مباحثہ ہوا ہو۔ اور عطیہ بن قیس، حضرت حبیب بن عامر کے سامنے لا جواب ہو گئے اور ان پر یہ حجت قائم ہو گئی ہو کہ رفع یدین کا عمل درحقیقت متروک و منسوخ ہے یا یہ صورت ہوئی ہوگی کہ عطیہ بن قیس کا کہیں دوسرے شخص کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عامر کی عدالت میں رفع یدین پر مباحثہ ہوا ہوگا اور انہوں نے آپ کو قاضی ہونے کی حیثیت سے حکم و ثالث مقرر کیا ہو اپنے دونوں کے دلائل سننے کے بعد ترک رفع یدین کے حق میں عطیہ بن قیس کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا ہو مگر عطیہ بن قیس نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہو اور امام کبیر قاضی حبیب بن عامر نے اسے توہین عدالت ٹھہراتے ہوئے ان کو سزا دی ہو۔ ورنہ ایک شخص جو صحابہ کرام کا صحبت یافتہ، فیض یافتہ، امام کبیر اور امیر المؤمنین، جامع مسجد دمشق کا امام اور وقت کا قاضی ہو۔ وہ دلائل کے اعتبار سے تمام حجت کے بغیر دوسرے اہل علم کو تشدد کا نشانہ بنائے اور اس کی ارب پٹ بھک کر ڈالے ممکن نہیں ہے۔ قیصر عباسی

ہے کہ دونوں حضرات میں یہ بحث مباحثہ ہوا۔ امام کبیر دامیر المؤمنین قاضی حلیہ بن عامر نے
عطیہ بن قیس پر اتمام حجت کر کے ان کو جواب کر دیا جس کے بعد ان کو توفیق تھی کہ اب
حق کو قبول کئے بغیر نہیں رہیں گے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ اسکے باوجود وہ رُفِغِ دین
نے باز نہیں آئے جو ان کے نزدیک منسوخ قرار پانے کی وجہ سے بدعت کے زمرہ میں
آتا تھا اور وہ کسی بدعت کو کچھ گوارا نہیں کرتے تھے تو انہوں نے رُفِغِ دین کرنے پر ان کی
بٹائی کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دمشق کے اکثر حضرات تابعین و تبع تابعین رُفِغِ دین نہیں
کرتے تھے کچھ اگر وہاں کی اکثریت یا کم از کم نصف کی حد تک لوگ رُفِغِ دین کرتے
ہوئے تو وہ ان کی مارپیٹ کرنے کی جدت نہ کرتے۔ لہذا یہ واقعہ بچائے خود ترک رُفِغِ
دین کے صحیح ہونیک کی تائید قرار پاتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کوفہ کی طرح اہل شام
بھی رُفِغِ دین نہیں کرتے تھے بلکہ اسے منسوخ ہونیک وجہ سے بدعت سمجھتے تھے۔

رہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا ان کو اپنی ملاقات کی اجازت نہ دینا تو یہ رُفِغِ دین
کے حق پر لے کی دلیل نہیں بننا بلکہ یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس
تشدد کو پسند نہ کیا کیونکہ یہ فردعی مستند ہے ان کے نزدیک اس پر اس قدر سختی واجب
نہ تھی۔ اسی طرح ہم اگرچہ ترک رُفِغِ دین کے قائل ہیں تاہم ہم اس بات کو بھی پسند نہیں
کریں گے کہ ہم میں سے کوئی کسی کو صرف اس بات پر مارے پیٹے کہ وہ رُفِغِ دین کا قائل ہو گیا۔
نیز جہنم بن حمران کا یہ کہنا کہ رُفِغِ دین سنت متواترہ حضرت عبداللہ بن عامر سے
غلطی رہی صحیح نہیں ہے کیونکہ جس ہستی نے حضرت عثمان غنی و حضرت ابوذر و ابوہریرہ
فضالہ بن عبید اللہ جلیل القدر صحابہ مصطفیٰ علیہ السلام سے قرآن سیکھا اور
حضرت سعادیہ و حضرت عثمان بن بشیر و فضالہ بن عبید اور حضرت وائلہ بن اسقع اور
ان جیسے دیگر صحابہ و مولیٰ علیہ السلام سے علم حدیث حاصل کیا ہر اس سے کوئی سنت متواترہ
کیسے غلط ہو سکتی ہے لہذا رُفِغِ دین کو سنت متواترہ کہنا ناقابلِ فہم بات ہے بلکہ سنت

متواتر تو کیا اس کا نفس سنت کے طور پر ہوتی رہنا بھی عمل نظر قرار پاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا
تو وہ اس پر عطیہ بن قیس کی پٹائی نہ کرتے، بلکہ صحابہ مصطفیٰ علیہ السلام کے سنت گرد و رشید
اور دمشق کے قاضی ہونے کی حیثیت سے ان کے اس فعل رُفِغِ دین پر عطیہ بن قیس کو پٹنے
سے ثابت ہوتا ہے کہ رُفِغِ دین کا عمل متروک ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے اسے بدعت قرار
دے کر اسکے ترک کے خلاف تعزیری کارروائی کر ڈالی۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا ارشاد اگرچہ کہ ہمیں بچپن میں مدینہ منورہ میں
رُفِغِ دین کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی تو ان کا یہ فرمان میں مضمر نہیں ہے کیونکہ ہمارا یہ دعویٰ
ہی نہیں ہے کہ سب نے رُفِغِ دین ترک کر دیا تھا بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں صحابہ تابعین
اور ابید کے علماء کا عمل خلل نہ رہا ہے کچھ اسکے منسوخ و منسوخ ہونے کے قائل تھے
اس لئے وہ حضرات رُفِغِ دین نہیں کرتے تھے اور وہ اپنے بچوں کو بھی رُفِغِ دین نہ کرنے
کی تلقین کرتے اور کچھ حضرات اس کے بغیر سنت ہوتی رہنے کے قائل تھے وہ خود بھی رُفِغِ
دین کرتے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تعلیم دیتے، مگر صحابہ کرام کی ایک جماعت نے
اسے ترک کر دیا ہوتا تو ان سے کتاب فیض کرتے والے حضرت عبداللہ بن عامر جیسے
امام کبیر اور قزوہ و حدیث میں مسلمانوں کے امیر رُفِغِ دین کرنے پر عطیہ بن قیس کی مارپیٹ
نہ کرتے۔ اور ہم اس سے پہلے حوالہ کے ساتھ نقل کر چکے ہیں کہ حجاز (مکہ و مدینہ) کی حدیثوں
کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ رُفِغِ دین نہ کرتے
بھی تھے اور ہمیں بھی کرتے تھے۔ اور یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب ان کے علم میں ہر کوئی مکہ و مدینہ
کے اہل صحابہ تابعین کے ایک گروہ نے رُفِغِ دین کرنا اور وہ گروہ نہیں کرتا تھا۔

نواں اعتراض

جناب اثری صاحب مسئلہ رفع یدین پر نواں اعتراض یہ ہے۔

افسوس کہ آج اسی عمل کو جسکی بقول عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ "پچھن میں مدینہ میں انہیں تعظیم دی جاتی تھی" بار بار عمل کرنے کی ناپاک جہالت جاری ہے۔

اس پر ہم جناب اثری صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کریں گے کہ

جناب والا آپ کے نزدیک یہ عمل ضرور مقدس ہوگا لیکن جن حضرات کے نزدیک یہ عمل

منوع و منسوخ ٹھہرا ان کے نزدیک تو مخالفت کے بعد یہ عمل برا ہی قرار پایا۔ اس عمل

کو آج بڑا ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی جا رہی بلکہ یہ صدر اول سے ہی منوع ہونے

کے بعد بڑا ٹھیکر چلا آ رہا ہے اگر یہ عمل بڑا نہ ہوتا تو صدر اول کی شخصیت اہم کبیر، قزاق و محدث

کے اہم حضرت امام حبیب بن مہاجر رضی اللہ عنہ عطیہ بن قیس کو اس پر زما رہے تھے جبکہ ان

کے حالات میں ہم کچھ چکے ہیں کہ وہ جامع مسجد دمشق میں کوئی بدعت نہیں ہونے دیتے

تھے، ان کا سر عطیہ بن قیس کو مارا ان کے نزدیک اس کے برابر ہونے کی دلیل ہے۔

نیز امام حمادی علیہ الرحمۃ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

ان ذلک هو الحق لا ینفی

لاحد خلافت۔ کہ بلاشبہ رفع یدین نہ کرنا وہ حق ہے کہ کسی

کے لئے بھی اس کے خلاف کرنا جائز نہیں۔

(مشیح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۱۱)

اس سے بھی ثابت ہو کہ اس عمل کو آج نہیں صدیق سے ناجائز اور بدعت قرار دیا

اور امام علاء الدین ابوبکر بن سعید الکاسانی ممشہد فرماتے ہیں کہ سیدنا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ان العشرۃ الذین شہدوا لہم رسول بلاشبہ وہ دس صحابہ جن کے جنسی

اللہ بالجنتہ ما کانوا یرفعون ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایدیہم الا لافتحاح الصلوۃ گواہی دی وہ سوائے تحکیم تحریر کے رفع

و خلاف ہوئے۔ قبیح۔ یدین نہیں کرتے تھے اور ان حضرات کے

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۱۲) عمل کے خلاف کرنا بڑی بات ہے۔

پچھنے امام کاسانی علیہ الرحمۃ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشرہ مبشرہ صحابہ صرف ایک بار شروع میں رفع یدین کرتے تھے

اس کے بعد نہیں کرتے تھے "نقل کرنے کے بعد فرمادیا کہ عشرہ مبشرہ کی مخالفت کرنا عین

رفع یدین کرنا قبیح ہے۔ اور قبیح کے معنی بُرے کے ہی ہیں۔ ثابت ہوا کہ رکوع کا رفع

یدین منوع و منسوخ ہونے کی وجہ سے بدعت ہے اور برا عمل ہے۔ ان جو ائمہ جہدین اپنے

اجتہاد اور ان کے پیروکار ان کی تحقیق پر اعتقاد کی وجہ سے رفع یدین کرتے تھے یا اب کرتے

ہیں وہ اس پر ایک ثواب کے مستحق ہیں مگر ائمہ دین کی پیروی سے ہٹ کر غیر عہدہ غیر مقتدین

کا عمل رفع یدین تحقیق بالاکر دوسرے عمل قبیح ہے۔

جناب اثری صاحب نے مذکورہ عبارت جلی حدود میں لکھ کر ساتھ ہی سوالیہ نشان لگا

دیا کہ کیا حدیث پر عمل کرنا گناہ ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ بعض اوقات حدیث

ترجیحاً قرآن کی آیت پر بھی عمل کرنا گناہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ حدیث یا آیت منسوخ ہو شلاً

ایک امام پہلے ہو کر آتا تھا جس کا ذکر حدیثوں یا قرآن کی آیتوں میں آگیا اور بعد میں وہ منسوخ

ہو گیا مگر وہ حدیثیں اور آیاتیں تو موجود ہیں لیکن ان پر عمل متروک منسوخ ہے لہذا ان متروک

الفعل یا شرح اہل حدیثوں اور آیتوں پر عمل گناہ ہی ہوگا جیسا کہ رکوع میں رفع یدین دال

حدیثیں تو موجود ہیں مگر ان پر عمل کرنا منسوخ ہو گیا لہذا ان آیتوں اور حدیثوں پر عمل کرنا حجت

براہم، ناجائز اور قبیح (بڑی بات) ہے

قرآن کی متروک العمل اور منسوخ آیاتوں میں سے ہم ایک آیت کی مثال پیش کرتے ہیں۔
اللہ کا قرآن میں فرمایا ہے :

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيعُونَهُ فِدْيَةٌ
طَعَامُ مَسْكِينٍ

(البقرہ: ۱۸۴)

اس میں اجازت دی گئی کہ جو شخص طاعت رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھے وہ اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے لیکن حد میں حکم ہوا فَتَنَ شَهْرًا مِّنْكُمْ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ) کہ جو آدمی رمضان پائے وہ اس کے روزے رکھے اس سے طاعت اور پر روزہ رکھنا فرض کیے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا اب کوئی اس پہلی آیت پر عمل کرے گا کہ طاعت کے باوجود روزہ نہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ (الايضاح من المفاهيم محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ)

اسی طرح منسوخ حدیث پر عمل کرنا بھی حرام قرار پاتا ہے۔ مثلاً :

(۱) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنائی (ملاحظہ مع الزوائد ج ۵ صفحہ ۱۵۸)

(۲) حضرت جیل بن واصل کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ زید بن حارثہ، زید بن ارقم، براء بن عازب، انس بن مالک اور عبداللہ بن یزید کو دیکھا وہ سونے کی انگوٹھیاں پہنتے تھے۔ (مجموع الزوائد ج ۵ صفحہ ۱۵۸)

ان حدیثوں کی محنت میں کوئی شک نہیں ہے تو ہم شرعی حجاب سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کسی کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھیں اور اسے اس کے پہننے سے منع کریں اور اسے حجام قرار دیں اور وہ اگر اس کے جواب میں آپ سے کہے کہ جناب میں نے تو حدیثوں پر عمل کیا ہے کیا حدیث پر عمل کرنا گناہ ہے ؟ ” تو آپ اُسے کیا جواب دیں گے ؟ میں کہہ دوں کہ میں نہیں کہ حدیثوں میں تو آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ کو

سونے کی انگوٹھی پہنائی اور یہ کہ ان کے علاوہ دیگر چار صحابہ کا بھی سونے کی انگوٹھی پہننا حدیث سے ثابت ہے مگر ہمیں باوجود کی تحفہ صحت ہے اور باقی چار کامل سونے کی انگوٹھی پہننے کی مخالفت سے پہلے اس کے لہذا مخالفت کے بعد ان حدیثوں پر عمل کرنا ضرور گناہ ہے۔ اسی طرح ہم بھی اثری حجاب کے اس سوال کے جواب میں اثری حجاب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ جناب والا اگر کوئی میں رفع یدین کرنا مخالفت سے پہلے کامل ہے بعد میں

اس سے منع کر دیا گیا لہذا مخالفت کے بعد اگر کوئی سے پہلے اور بعد رفع یدین والی حدیثوں پر عمل کرنا ضرور گناہ ہے۔

اسی لئے اہم کثیر اور قرآن و سنت کے علوم میں مسلمانوں کے امیر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے جامع مسجد دمشق میں رفع یدین کرنے پر عطیہ بن قیس کو مارا تھا۔ اگر یہ گناہ مذہباً تو وہ اپنی یحییٰ اور ہم گذشتہ صفحات میں اہم طحاوی اور اہم کاسانی کے حوالہ سے رفع یدین کا ناجائز اور قبیح (برا عمل) ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ کچھ آیتیں اور حدیثیں ایسی بھی ہیں جن پر عمل متروک و منسوخ قرار پانے کا وجہ ہے گناہ ٹھہرتا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ہر حدیث قابل عمل نہیں کیونکہ ان میں منسوخ حدیثیں بھی ہیں قرآن کریم کی آیات کی طرح، کہ ہمیں بھی بعض آیات منسوخ ہیں۔

سوال اعتراض | محترم جی! اثری صاحب لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی پیروی نہ کی جائے اور آپ کے فرمان پر عمل کرنے کے لئے کے لئے کسی ایسی حق کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بھی تائید کی ضرورت نہیں۔

(الاعتقاد المذکور ص ۱۱)

بلاشبہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان پر عمل کرنے کے لئے کسی کی تائید کی ضرورت نہیں لیکن اگر صحابہ کرام علیہم السلام کسی حدیث کے خلاف خصوصاً شیخین کریمین سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تو ہم ان کے حدیث کے خلاف عمل کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل قرار دیں گے یا اگر حدیثیں ابہام ہے تو ان کا عمل حدیث کی وضاحت تصور ہوگا۔ جیسے ان کا عمل رفع یدین کی حدیث کی خلاف ہے لہذا ان کا عمل رفع یدین کی منوخت و ممنوعیت کی دلیل قرار پائے گا۔

پھر لکھتے ہیں خود فقہاء کرام نے واضح کلمات میں تنبیہ فرمائی کہ صحیح حدیث ہمارا مذہب ہے، اور اگر عمار قول صحیح حدیث کے خلاف پاؤ تو اسے پھوڑ دو۔

(الاعتقاد المذکور ص ۱۲)

بلاشبہ ہم بھی اسی کے قائل ہیں ائمہ دین مجتہدین حدیثوں سے ثابت تعلیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے تھے بالخصوص سیدنا ام، ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں:

”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ کہ جب حدیث درجہ صحت کو پہنچتی ہے وہی میرا مذہب ہے۔

لہذا امام ابو حنیفہ کا مذہب کہ ”رفع یدین منسوخ و مسترک ہے“ بھی حدیث صحیح سے ثابت ٹھیکر کیونکہ اگر رفع یدین کے حق میں کوئی صحیح اور غیر منسوخ حدیث ہوتی امہ اعظم

کا وہی (رفع یدین) مذہب ہوتا۔

اس کے بعد اثری صاحب لکھتے ہیں:

”خود ائمہ فقہاء کے تلامذہ نے اپنے استاد سے اختلاف کیا ہے“

بلاشبہ ان کے تلامذہ نے ان سے بعض مسائل میں اختلاف کیا ہے مجتودہ تلامذہ بھی مجتہد تھے اور ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد سے اختلاف کرنے کا حق ہے، خواہ کوئی خاص اجتہادی مسئلہ میں تحقیق کر کے اجتہاد کے درجہ کو پہنچا ہوا ہو یا تمام اجتہادی مسائل میں اجتہاد کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہو اسے اس خاص مسئلہ میں یا تمام اجتہادی مسائل میں دوسرے مجتہد سے اختلاف کرنے کا حق ہے خواہ یہ اختلاف اپنے استاد یا شیخ محترم سے ہی ہو۔ مگر اس شخص کو ائمہ فقہاء سے اختلاف کرنے کا حق نہیں ہے جو فقہ کے اصولوں سے واقف ہی نہیں ہے حتیٰ کہ عربی عبارت تک صحیح پرچے اور لکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور خاص کر ہمارے مرفوعہ الحدیث کہلانے والے حضرات میں سے تو اکثر حدیث کی سطحی سمجھ ہی نہیں رکھتے مگر وہ کہلاتے ائمہ حدیث ہیں جبکہ ائمہ ہدایت کا لفظ اصطلاحی ہے جس سے مراد جاہل بطلان اور ان پڑھ لوگ نہیں ہو سکتے۔

اس کے بعد اثری صاحب فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے بھی کسی کو حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی بننے کا مکلف نہیں ٹھیکر یا صحابہ کرام یا تابعین میں سے بھی کسی نے اپنے آپ کو صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی نہیں کہلوا یا اور ایسی حدیثوں کو قبول نہیں کیا تو امت میں کوئی اور اس کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے؟“ (الاعتقاد المذکور ص ۱۳)

جواب الہی سے گزراش ہے کہ اگر حنفی، شافعی، مالکی اور صدیقی فاروقی عثمانی دعوئی کہلوانا ممنوع ہے تو آپ کے اسم گرامی ”ارشاد الحق“ کے ساتھ

”اثری“ کے گھٹے یا آپ کے اثری کہلانے کا جواز کھانے آگیا۔

آپ کے علماء کو اہم سلفی کہلاتے ہیں اس کا ثبوت قرآن و سنت ہے
پیش کریں، نیز حنفی و شافعی یا صدیقی و فاضل وغیرہ کہلانے کی نفی
کی کوئی دلیل ہے اس سلسلے میں قرآن کی آیت اور کوئی حدیث پیش فرمائی
ہوتی پھر آپ کا یہ فرمانا کہ صحابہ یا تابعین نے ایسی حدیثوں کو قبول
نہیں کیا ”کیا آپ کسی صحابی یا تابعی کا کوئی ایسا قول پیش کر سکتے ہیں جس
میں انہوں نے صدیقی وغیرہ کہلانے کی ممانعت فرمائی ہو۔ ایسا قول پیش
کریں ورنہ ان پر بہتان تراشی سے توبہ فرمائیں۔ نیز آپ کے ہم مسلک
علماء و تابعیہ نجد یہ اپنے اسرار گنجی کے ساتھ حنبلی وغیرہ کی نسبتیں
تحریر فرماتے ہیں مثلاً آپ حضرات کے مدوح و امام ابن تیمیہ صاحب
کے مجموعہ فتاویٰ کو جمع کرنے اور ترتیب دینے والے آپ کے ہم مسلک
وہابی بزرگ اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ)
”جمع و ترتیب الفقیر الی اللہ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم لعلی اللہ العالی“

(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ ٹائٹل صفحہ)

پھر وہ امام ابن تیمیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”شیخ الاسلام ابن تیمیہ النعمانی المحدث“

ان کے اسم گرامی کے ساتھ النعمانی اور احمادی لکھنے کا جواز قرآن کی کس آیت یا
کس حدیث سے ثابت ہے؟

نیز آپ کی جماعت کے فاضل جناب ”مولانا محمد حنیف یزدانی“ جنہیں جناب

اچھی طرح جانتے پہچانتے ہوں گے۔ کئی کتابوں کے معنی میں وہ اپنے نام کے ساتھ
”یزدانی“ قرآن کی کس آیت یا کس حدیث پر عمل کی روشنی میں لکھتے اور کہلاتے تھے؟
نیز خود آپ کا اپنے آپ کو ”الحدیث“ کہلانا کس آیت حدیث پر عمل ہے؟
نیز مسلک الحدیث کے مؤرخ و عالم جناب ”مولانا ابو یحییٰ امام خاں نے اپنی کتاب
”ہندوستان میں الحدیث کی عملی خدمات“ جسے آپ کے ہم مسلک مولانا یزدانی نے
جمع کیا اور ترتیب دی میں لکھتے ہیں کہ

”علماء الحدیث میں سے ایک تابعی“ حضرت ربیع بن صبیح السعدی البصری

ہندوستان تشریف لائے ”مولا“ آپ کے فاضل ہم مسلک نے ایک تابعی
کے نام کے ساتھ ”السعدی البصری“ کی نسبت گسیں دی ہے لگائی۔ ”السعدی“ تو فاضل
نسبت ہے، جب ان کے ساتھ یہ نسبت لگائی گئی ہے تو صدیقی و فاضل و غیرہ کا نام نہ لیا
نسبتیں کیونکر موزع ہو چکیں؟

ائمہ دین مستسین عہدین کی عقیدے سے جہاں گے تو معتزلہ کی عقیدہ کے پیروں کے گروہ
میں جا کر گئے معتزلہ کے بعد ان حضرات نے اپنے لئے معتزلہ کے وضع کردہ نام کو تجویز
کر کے بدعت و قبیحہ کا ارتکاب فرمایا۔ لہذا اہل سنت کو حق ہو گا کہ وہ الحدیث حضرات
کو معتزلہ جدیدہ و معتزلہ کا یا فرقہ کہیں۔ اگر براہ نامیں۔

معتزلہ فقہی سائل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی عقیدہ کرتے تھے جبکہ امام محمد
الحدیث حضرات فقہی سائل میں امام ابن تیمیہ صاحب کے مقلد ہیں کہ تین طلاقیں کو ایک طلاق
قرار دینے کا سلسلہ امام ابن تیمیہ صاحب نے اپنایا اور ہمارے کرم فرما الحدیث
میں ان کی تقلید میں تین طلاقیں کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں اور باقی اعمال و احکام فقہ
میں بھی ان کی پیروی فرماتے ہیں۔

الغرض یہ کہ تدریجاً یہ بات ہے کہ اہلسنت کے لئے حنفی یا شافعی دہاکلی
و حنبلی، صدیقی و ثنائی و علوی کہلانا جائز نہ ہو کہ آپ (الحدیث حضرات) کہتے
سلفی، اثری، اجدیث اور اہل توحید کہلانا جائز ہو۔
اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیز گناہ
جو بات کہیں غرض ہی بات کہیں گناہ

حُضْرُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے اثری حیا فرمائی کہ ملا سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے
بجا طور پر فرمایا کہ (ترجمہ)

"انسان کو فرض کرنا چاہیے کہ میں گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوں
اور لا ریباً ہے یہ سن رہا ہوں۔ اس تصور کے بعد کیا کوئی جرأت
کر سکے گا کہ اس حدیث پر عمل میں تاخیر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اسکی
کوئی بھی جرأت نہیں کر سکتا ہر کوئی اپنی فہم فراست کا مستف ہے۔" (الاعظام ص ۱۱۱)
بلاشبہ یہی ہمارا موقف اور یہی ہمارا مسلک ہے کہ ائمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم و
امام شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے فرمان اقدس پر ہی عمل کیا اور اسکے خلاف جانے کی جرأت نہیں کی
اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی فہم فراست کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان
پر عمل کیا اور اپنے آپ کو اس ملک بھلا چنانچہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: اذا
صح الحدیث فعمدنا ہبھی، کہ جب صحیح حدیث بھی پہنچتی ہے تو وہی میرا
ہب ہے اس لئے ان کے معتدین و اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی فرمان اقدس پر
عمل کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد اثری حیا لکھتے ہیں کہ
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی تحفہ مست دیکھ کسی کا قول و کسرار

حُضْرُ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے واضح فرمان کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں کسی کے قول و کردار
کو دیکھنے کی حاجت نہیں ہے جبکہ حدیث پاک کے معنی بالکل واضح اور روشن ہوں یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان غیر مبہم ہو یعنی بالکل واضح ہو اور منسوخ بھی نہ ہو، کیونکہ اگر واضح ہونے
کے باوجود منسوخ ہوگا تو اس پر عمل کی اجازت ہی نہ ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔
اور منسوخ کی مثال بھی دے چکے ہیں لیکن وہ حدیث جس کے معنی مبہم اور غیر واضح ہوں
اسکی وضاحت اپنے اجتہاد کے ذریعے ائمہ دین مجتہدین کا فرماؤں گے یا جس کے متعدد
معانی و مفہام نکلتے ہوں اسکے کبھی ایک معنی و مفہوم کا تعین اپنی اپنی تحقیق و اجتہاد سے
ائمہ دین کیا کریں گے اس صورت میں امت کے لوگ جس مجتہد کی تحقیق کے مطابق ہوں
اختیار کریں گے ان کو اس بات کا حق پہنچا ہے ان کا کسی امام مجتہد کی تحقیق کی روشنی
خواب الہی بے کمی نہیں ہانکا کرتے کچھ علمی وقار کا پاس رکھنا چاہیے۔ آپ
لوگ اپنے آپ کو اجدیث کہنے کے ساتھ جس کا جواز قرآن و سنت سے نہ تھا اہل توحید
بھی کہنے لگے جبکہ اس نام سے حواہ نے اور تابعین نے کبھی بھی اپنے آپ کو متعارف نہیں
کرایا اور نہ ہی اس کا قرآن و سنت سے کوئی ثبوت ملتا ہے بلکہ سب سے پہلے معتزلہ
نے ہی اپنے آپ کو اہل توحید کے نام سے مروجہ و مشہور کیا۔

(مجموعہ فتاویٰ امام ابن تیمیہ)
ج ۳۰ ص ۸۰

اتباع کرے اور جو کسی دوسرے امام کے قول کی تقلید کرے اس پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔
امام ابن تیمیہ کے اس فرمان کے درج ذیل مسائل واضح ہو گئے۔

(۱) ایک یہ کہ بعض اوقات کتاب سنت کی عبارت ایسی ہوتی ہے کہ ان میں متعدد معنوں اور کم از کم دو معنوں کا احتمال ہوتا ہے یا یہ ایک وقت ان کے مندرجہ اور غیر مندرجہ ہونا احتمال ہوتا ہے۔

(۲) دھڑلے کہ اہل علم حضرات کو ان میں سے کسی ایک احتمال کو اختیار کرنے کا حق ہوتا ہے۔
(۳) تیسرے کہ اسے علمی و لسانی کے ذریعے بات کرنا چاہیے۔

(۴) چوتھا یہ کہ ایسی صورت کی اہل علم کہ یہ حق نہیں پہنچا کہ وہ لوگوں کو اپنی اتباع پر مجبور کرے۔
(۵) پانچواں یہ کہ جس اہل علم کو ائمہ دین مجتہدین کے دو اقوال میں سے کوئی ایک قول صحیح لگے وہ اسکی اتباع کرے۔

(۶) چھٹا یہ کہ جہاں اہل علم اسکے مقابلین دوسرے امام کے قول کی تقلید کرے اس پر طعن و تشنیع نہ کی جائے۔

(۷) ساتواں یہ کہ ایسی صورت میں کسی امام کی تقلید کرنا بری بات نہیں۔
(۸) آٹھواں یہ کہ ائمہ حضرات کا اجتہادی مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید نہ کرنے پر اخلاف کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا غلط بات ہے۔

اور اسی طرح جس مسئلہ کی کتاب سنت سے کوئی دلیل نہ ملے لیکن ہمیں صحابہ کرام کے متعدد اقوال ہوں تو اہل علم کو ان میں سے کسی بھی ایک قول کو اختیار کرنے کا حق ہے، چونکہ صحابہ کے اقوال جو احکام شرعیہ میں سے کسی حکم شرعی سے متعلق ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسلئے کہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہونے کے

جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے کہ

وسموا انفسہم اصحاب

العدل والتوحید لقولہم بوجوب

ثواب المعطیع وعقاب العاصی

ونفی الصفات القدیمۃ۔

(شرح العقائد طبع مصر ۱۲)

معتزلہ نے اپنے فرائض کا نام "عدل توحید"

والے "رکھا عدل و توحید" اسلئے کہ وہ

کہتے تھے کہ اللہ پر ایک کو ثواب اور نہ ہنگامہ کو

عذاب دینا واجب ہے اور "اہل توحید"

اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیمہ

کے منکر تھے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ معتزلہ نے سب سے پہلے اپنے آپ کو "توحید والے" کے

نام سے مشہور کیا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک ذات باری تعالیٰ کو قدیم مانتے تھے۔

اسکے ساتھ اس کی صفات کو قدیم نہیں مانتے تھے بلکہ خیال میں تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے

ساتھ اسکی صفات کو بھی قدیم مانا جائے تو توحید باقی نہیں رہے گی۔

اب ہمارے ائمہ حدیث کہلانے والے کرم فرماؤں نے ایک بدعت تو یہ اختیار

کی کہ اپنے آپ کو "الحدیث" کے نام سے موسوم کیا جبکہ صحابہ و تابعین نے اپنے

آپ کو اس نام سے متعارف و مشہور نہیں کیا تھا اور دوسری بدعت یہ اختیار فرمائی کہ

میں اس حدیث پر عمل قابل طعن بات نہیں ہے۔ خود آپ کے امام، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

لکن لا یحدان یلزم والناس

باتباعہ فیہا ولكن یتکلم فیہا

بالخبر الملیۃ فمن تبین لہ

صحۃ احد القولین تبعہ ومن

قلید اهل القول الآخر فلا نکال علیہ

ایک قول کی محنت روشن ہو گئی وہ اسکی

حیثیت سے دی کہے گا جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا یہی حیثیت اس کا قول بھی حدیث مرفوعہ کے حکم میں آتا ہے لہذا اس کی پیروی بھی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ اس پر طعن و تشنیع کرنے کی کوئی حق نہیں پہنچتا۔

امتی کا براہ راست حدیث پر عمل کرنا | اسکے بعد اثری جب فرما رہے ہیں:

”کہنے افسوس کا مقام ہے کہ شافعی و حنبلی بن کر حدیث پر عمل کر لیا جائے تو درست لیکن اگر کوئی اسی ان حدیثوں سے آزاد ہو کر انہی احادیث پر عمل کرے تو وہ صحیح (مسافر اللہ) مکہ حنفی یا شافعی ہو کر اپنے امام کی بات کردہ دلیل پر اگرچہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو عمل کر لے تو وہ درست لیکن اسکے مقابلے میں صحیح حدیث پیش کرے یا صحیح حدیث پر عمل کرے تو گستاخ اور گھون زدنی قرار پائے۔ بتلائے حدیث کا مقام کیا ہوا؟ اہمیت حدیث کی ہے: قول امام کی؟“

(الاعتصام ص ۱۴۰)

حدیث کو سمجھنا مجتہد کا کام ہے | دراصل حدیث کو اسکے پورے علمی تحقیقی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اس پر براہ راست عمل کرنا ماوشما یا ایک عام عالم کا کام نہیں بلکہ یہ ایک محقق

و مجتہد عالم کی شان ہے جب کوئی مجتہد حبر کا لقب العین ہے کہ صحیح حدیث ہی اس کا مذہب ہے کوئی حکم شرعی بتائیگا تو وہ کسی صحیح حدیث پر نظر رکھنے ہوئے ہی بتائیگا جب تک کہ وہ خود یا اسکے تلامذہ یہ نہیں واضح کرتے کہ ان کا بیان کردہ حکم کسی حدیث صحیح پر نہیں بلکہ محض اسکے ذاتی خیال، رائے یا قیاس پر مبنی ہے ہم یہی نہیں گے کہ ان کی نظریں کوئی حدیث صحیح

ضرور ہوگی جو اس کے لئے حجت ہوگی اسکے بعد اس کے متقدم کے لئے اس کا بیان کردہ حکم شرعی ہوا کہ ان سے مکمل امتثال دین کا عمل بھلے خود دلیل شرعی ہے اور اسکے خلاف اگر کوئی حدیث خواہ صحیح ہی ہو زیادہ قوی یا زیادہ معتبر نہیں جیت نچہ امام ابن احماج مکی، مالک مالک و امام مالک کا ایک قول لکھتے ہیں:

”الْعَمَلُ اثْبَتَ مِنَ الْاَحَادِيثِ“ علماء کامل حدیثوں نے زیادہ مستحکم ہے۔

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

یعنی یہ امام مالک علیہ الرحمۃ کا فرمان گرامی ہے کہ علماء دین و ائمہ مجتہدین کامل حدیثوں سے زیادہ مستحکم و معتبر ہے کیونکہ وہ احادیث کو اس عالم سے بہتر جانتے ہیں جو مجتہد نہ ہو۔

علماء مجتہدین کا عمل اہم حدیث امام ابن احماج فرماتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے پیروکار علماء نے کہا:

وَاتَّهَ لضعيف ان يقال في مثل ذلك حدثني ومثل ذلك فلان عن فلان۔ ايسی صورت میں حدیث سنانا اور حدیثی فلان عن فلان کہنا پیش و کمزور بات ہے۔

(المدخل ج ۱ ص ۱۲۲)

یعنی جب علماء مجتہدین کامل معلوم ہو تو اسکے خلاف کسی حدیث کو حجت لانا کمزور اور غیر معتبر بات ہے۔ کیونکہ مجتہد جو حدیث سنانے والے کی حدیث کے خلاف عمل کرتا ہے تو ضرور اس کی نظریں اس سے بڑھ کر قرآن و سنت سے قوی دلیل موجود ہوگی۔ نیز فرماتے ہیں:

وكان رجال من التابعين يتلفهون یعنی تابعین کی ایک جماعت کو جب

عن غیرہم الاحادیث فیقولون
ما یجمل هذا ولكن مضمون
العمل علی غیرہ۔
دوسروں سے ان کے خلاف حدیثیں
ہوتی ہیں وہ کہتے ہیں ان حدیثوں کی
خبر ہے کہ عمل اس کے خلاف ہے۔

(المداخل ج ۱ ص ۱۲۱)

اس سے واضح ہو گیا کہ اگر ایک عالم کی نظر میں ایک صحیح حدیث ہے جس پر وہ عمل
کرتا ہے اور اسکے مقابلے میں دوسرا عالم اس پہلے عالم کی پیش کردہ حدیث کے خلاف
عمل کرتا ہے تو اس پہلے عالم کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دوسرے مجتہد عالم کے پاس کوئی
سند قوی نہیں ہے اور وہ یہی عمل کرتے جارہے ہیں اور وہ کسی سند کے بغیر حدیث
کے خلاف عمل کر رہے ہیں جیسا کہ ہمارے ہمارے محدث حضرات احناف وغیرہم کے بارے
میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

نیز موصوف مزید لکھتے ہیں کہ

وكان محمد بن ابي بكر بن جرير
رحمًا قال له اخوه لم تقص
بحدیث كذا فيه قول لم اجده
الناس عليه۔
امام محمد بن ابی بکر بن جریر کے
بھائی کہتے تھے تم نے فلاں حدیث کے مطابق
فیصلہ کیوں نہ کیا۔ وہ فرماتے ہیں نے
علماء کو اس پر عمل کرتے نہیں پایا۔

(المداخل ج ۱ ص ۱۲۱)

الناس علماء ہی ہیں | ہم نے اناس آدمیوں یا لوگوں کا ترجمہ علماء

کیا ہے کیونکہ کمال علماء ہی اناس آدمی ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ :

لایسفی علی الناس الا ولد یغی آدمیوں پر زیادتی دہی کے کا جو دلائل ان

والا من فیہ عرف منہ۔
ہو گیا وہ جس میں حرامی بن کی کوئی گج ہوگی۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۵)

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ ستینا ام عبداللہ بن مبارک کے بارے
میں لکھتے ہیں کہ

سئل ابن المبارک من الناس؟ فقال
العلماء۔
ام عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا کہ اناس
(آدمیوں) کے کیا مراد ہے ؟ فرمایا "علماء"

(أحیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۲۱ طبع موصوف)

اسکے بعد امام غزالی فرماتے ہیں کہ

(ترجمہ) امام غزالی رحمۃ اللہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید امام عبداللہ بن مبارک نے
اسے آدمی گناہی نہیں جو عالم نہ ہو کیونکہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کافرق ہے
انسان کی غلطی طاقتور جسم سے نہیں کیونکہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے
بڑی جسامت سے نہیں کیونکہ ہاتھی کی جسامت اس سے بڑی ہے۔ بہادر کا
سے نہیں کیونکہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، زیادہ خوراک سے نہیں
کیونکہ بیل کی خوراک اس سے زیادہ ہے، شہوت کی دھڑے نہیں کیونکہ چوڑے
میں اس سے زیادہ شہوت ہے اور آدمی تو علم کے لئے بنایا گیا ہے اور
اسی سے اسکی غلطی ہے گویا جس نے علم حاصل نہ کیا اس نے آدمیت کی
غلطی نہ پائی اسلئے وہ آدمی ہی شمار نہ ہوگا۔

پھر امام موصوف مزید فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ کے استاد امام
الحارث بن عبد الرحمن بن ہدی فرماتے ہیں کہ

السنة المتقدمة من سنة
اہل مدینہ کی پرانی سنت حدیث سے

اہل المدینۃ خیر من الحدیث - بہتر ہے

(المدخل ج ۱ ص ۱۳۱)

اہل مدینہ کی پرانی سنت جس پر اہل مدینہ مدینہ منورہ کے علماء و فقہاء پہلے آچے ہیں۔ ضروری دلائل ثابت پر مبنی ہوگی جسکی اتہام و مجتہد پر ہوگی اور وہ مجتہد ضروری حدیث سے باخبر ہوگا جو مخالفت کی پیش کردہ حدیث کے خلاف اور عمل اہل مدینہ کے مطابق ہے اور اسکے پاس حدیث مخالفت کا مناسب جواب ہوگا یا تاویل معقول ہوگی۔

جناب اثری صاحب کا یہ فرمانا کہ جو شخص ائمہ مجتہدین کی اتباع کے بغیر اور ان کی تقلید سے آزاد ہو کر حدیث پر عمل کرے تو اچھے کوئی قباحات یا برائی ہے۔ اس مسئلے میں ہم اہم ابن عیینہ علیہ الرحمۃ کا فرمان ان کی حدیث میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث علماء کو گمراہی میں ڈالنے والی ہے، سو ائمہ مجتہدین کے

حضرت امام ابن عیینہ کس قدر عظمت و جلالت کی مالک شخصیت ہیں پہلے قارئین ان کا تصور اس اعتبار سے ملاحظہ فرمائیں۔

یہ امام سفیان بن عیینہ تھے ہیں جو امام جعفر صادق ایسی شخصیتوں کے شاگرد اور امام شافعی و امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاذ الاساتذہ ہیں جنکی پیدائش سن ۱۹۰ھ کو ہوئی اور وصال سن ۱۹۰ھ میں ہوا۔ جن کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ
لَوْلَا مَالُكَ وَسَفْيَانُ لَلْهَبِ
اگر امام مالک اور امام سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جاچکا ہوتا۔
علمہ الجحائر۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۱)

اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ

ما برأيت احدا من الفقهاء
اعلم بالقرآن والسنن منه۔
میں نے فقہاء میں سے کوئی نہیں دیکھا جو امام
ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن و سنت کا جاننے والا ہو۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۱)

اس امام جلیل کارشاد و گرامی سنئے۔ امام ابن اسحاق بھی المدخل میں فرماتے ہیں کہ
قال ابن عیینہ :
الحديث مضلة الا للفقهاء الخ
امام ابن عیینہ نے فرمایا : حدیث
اور مجتہدین کے سوا دوسروں کے لئے گمراہ
کرنے والی ہے۔
(المدخل ج ۱ ص ۱۳۱)

یعنی حدیثوں کو سمجھنا اصل مجتہدین کا کام ہے۔

جناب اثری صاحب! ایسے حضرات جو خوش فہمی سے ائمہ مجتہدین کی تقلید سے آزاد ہو کر عادل باکدب بنے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے امام سفیان بن عیینہ کا یہ فرمان بالا عظیم بھائی ہے اور مفید ہے کہ جو شخص درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا اس کے لئے ائمہ مجتہدین و فقہاء کو امام کی تقلید سے آزاد ہو کر حدیث پر عمل کرنا ان کو بھٹکا دے گا۔ لہذا امام مالک کے لئے ائمہ مجتہدین کی پٹری میں حدیث کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اہم شافعی کے فرمان سے لطف

بعض ائمہ حدیث حضرت یہ فرماتے تھے کہ میں نے
کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو میرا قول نہیں کہیں صحیح حدیث کے خلاف نظر آئے
اسے دیوار پر دے مار دو۔ یہ حکم عام ہے گویا وہ ہر پڑھے لکھے انسان کو تعجب سے کہتے ہیں
کہ ہم ائمہ مجتہدین کی تقلید نہ کی و بکہ حدیث پر عمل کرو۔ لہذا ان کے ہی فرمان کے مطابق نہیں
ان کے اقوال پر عمل کرنے کی بجائے براہ راست حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔

اس کا معقول جواب ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام شافعی کا یہ ارشاد آپ کو میرے
جیسے لوگوں کے لئے نہیں بلکہ اپنے ان شاگردان عزیز کے لئے ہے جو درجہ اجتہاد پر

فاز تھے جیسے حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے شاگردان رشید، امام محمد دام ابو یوسف علیہما رحمۃ
چنانچہ امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

وهذا الذي قاله الشافعي
ليس معناه ان كل احد
يراي حديثا صحيحا قال هذا
مذهب الشافعي وعمل بظواهره
وانما هذا فيمن له مرتبة
الاجتهاد في المذهب الخ

یہ جو امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا
اس کا یہ سنی نہیں کہ جو شخص بھی حدیث صحیح دیکھے
وہ کہہ دے کہ یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور اس
حدیث کے ظاہر پر عمل شروع کر دے یہ قرآن
تو ایسے شخص کے بارے میں ہے جسے اجتہاد
فی المذہب کا مرتبہ حاصل ہو۔

(شرح المجموع ج ۱ ص ۱۷۰)

حضرت امام اعظم بر حنیفہ دام باک دام احمد بن حنبل رحمی علیہما رحمۃ نے بھی جو اس
طرح کے ارشادات فرمائے ہیں کہ حدیث صحیح کے مقابل میں تمہیں ہمارا کوئی قول ملے تو اس
پر عمل نہ کرو۔ اے چھوڑ دینا اور کچھ لینا کہ ہمارا مذہب وہی صحیح حدیث ہے، یہ بھی دراصل
ان علماء کے لئے ہے جو ان کے مذہب میں درجہ اجتہاد پر فائز ہیں یہ ارشاد جناب
ارشاد جناب ایلے حضرات کے لئے نہیں جو اجتہاد تو بخار ہا حدیثوں کا صحیح مفہوم سمجھنے کی
بھی اہلیت کے حامل نہیں ہیں۔ البتہ جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو اس میں اہل علم کو اپنی
تحقیق کے مطابق عمل کرتے یا ضرور حق ہے۔



دُجُوبِ تَقْلِيدِ شَخْصِي
محترم اثری صاحب لکھتے ہیں:
”ہاشم مفتی صاحب، ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک امام کی تقلید کی
شرعی دلیل پیش فرماتے۔“ (الاعتقاد، دسمبر ۱۹۹۲ء، ص ۱۴)
پھر لکھتے ہیں کہ

”تعجب ہے کہ خلفاء راشدین میں سے جو کہ مجتہد تھے کسی خلیفہ راشد کی
تقلید تو ضروری نہ ہو اور نہ اس کے ترک تقلید سے کوئی گنہگار ہی ہو لیکن
ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید بھی ضروری اور اس کی تقلید کا ترک بھی گناہ
سمتوجوب قرار پائے، بتلایے یہاں بھی اہمیت خلفاء راشدین کی ہے یا
فقطا واربعہ کی؟ الخ

جواباً عرض ہے کہ بلاشبہ خلفاء راشدین مجتہدین تھے لیکن امروز مملکت میں شدید
مصرفیات کی وجہ سے وہ قرآن و سنت کی روشنی میں باقاعدہ مدون اور مرتب
فقہی مسائل و احکام کے استنباط و استخراج نہ کر سکے یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین
کی کوئی فقہ مدون و مرتب موجود نہیں ہے جبکہ اسکے برعکس اللہ تعالیٰ کے کرم سے حضور
اکرم صلی علیہ وسلم کی روحانی حیاتوں اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کی ہجرتوں کے
میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو قرآن و سنت کی روشنی میں فقہی حکام و مسائل کے استنباط
و استخراج کے اصول وضع کئے پھر ان اصول کی روشنی میں اجتہاد کیا جس کے نتیجہ میں
ان کی فقہ مدون و مرتب شکل میں معرض وجود میں آئی۔ آج دنیا میں کسی خلیفہ راشد
کے نام سے مدون و مرتب فقہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی تابعی و تبع تابعی

اور نہ ہی ان کے بعد کسی اور مجتہد کی فقہ مدون و مرتب ہے جس کی لوگ پیروی کرتے
اور ضرورت کے وقت اس سے مسائل و احکام معلوم کرتے ہوں موجود ہے تو صرف
اور صرف ان چار مجتہدین فقہاء کی فقہ موجود ہے اور ان کی فقہ ان کی طرف صحیح طور پر
منسوب ہے یوں نہیں کہ کسی نے اپنی طرف سے فقہ گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہر
جیسے شیعہ علماء نے اپنی طرف سے فقہ گھڑی اور ائمہ اہلبیت عنان ہدیہ کی طرف منسوب
کر دی۔ نیز اگر چار ائمہ مجتہدین کے علاوہ کسی امام کی فقہ مرتب بھی تو ان سے وہ انضباط
وہ جامعیت و وسعت اور وہ تحقیق دیکھنے میں نہیں آتی جو ان چار ائمہ دین مجتہدین
کی فقہ میں دیکھنے میں آتی ہے ایسے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے نازل کردہ
ذکر (شرعیات مطہرہ) کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس کے پورا فرمانے میں ہر تعالیٰ نے
ائمہ اربعہ سے خصوصی کام لیا ہے۔ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں جہاد ہوا وہ خلفاء راشدین
کے زمانہ میں نہیں چپ پنج اجدید حضرات کے مدوح و امام جناب شاہ اسماعیل
دہلوی جنہیں آپ لوگ تہذیب کا رتبہ دیتے ہیں اپنی مشہور کتاب "مطالعہ مستقیم"
میں حبیب ایمان کے دوسرے ثمرہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"مجتہدین کے اجتہاد کا امتناع اور تبع تابعین کے زمانے میں اس قدر

جلو گر ہوا کہ اس کا عشر عشر بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں نہیں ہوا تھا"

(مطالعہ مستقیم ص ۶۸)

اجتہاد حضرات کے امام کے ارشاد بالا سے اثری حساب کے اعتراض مذکور کے
تمام پہلوؤں کا جواب آگیا۔

نیز اہل حدیث حضرات کے یہی امام اپنی اسی کتاب میں تیسری تہذیب کے عنوان
سے لکھتے ہیں:

"اعمال میں ان چاروں مذہبوں کی متابعت جو تمام اہل اسلام میں مروج

ہے بہت عمدہ ہے۔" (ص ۱۱۱)

جناب اثری حساب اپنے امام کی بات کا غور سے جائزہ لیں تو مراد مستقیم کی بالا
مذکور عبارتوں میں ان کے تمام اعتراضات کے جوابات آجاتے ہیں لیکن شرط یہ ہے
کہ اثری حساب عقل و شعور سے ملاحظہ فرمائیں۔

نیز اہل حدیث حضرات کے ہم مسلک علامہ سلیمان بن سحان نجدی اپنی کتاب
"الهدیۃ السنیۃ" جس میں وہ جلالت الملک امام عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود
سعود بادشاہ سعودی عرب کے حکم سے اپنے امام مسلک جناب ابن عبدالوہاب نجدی کے
عقائد و خیالات کی ترجمانی فرماتے ہیں جس کا ترجمہ اجدید حضرات کے دو پیرواں
مولانا اسماعیل غزنوی اور مولانا محمد دائود غزنوی نے اردو میں فرمایا اور اس کا اردو نام
"تھنڈہ دایسر" رکھا اور اسے یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو امرتسر سے شائع کیا، وہ
لکھتے ہیں:

"ہم (روای علامہ ہم مسلک اجدید) فردعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل

رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالک،

شافعی، احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا طریقہ منقطع ہے اس لئے ہم ان کے

کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے (الی ان قال) ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ

چاروں ائمہ میں سے کبھی ایک امام کی تقلید کریں"

(تھنڈہ دایسر ص ۶۷ طبع امرتسر ۱۹۲۷ء)

یہی جناب اثری حساب ہم سے جواب مانگتے تھے ہم نے خود اپنی کے ہم مسلک اور
ان کے بقول ان کے اہل توحید بھائی سے دلوادیا۔ اس جواب کے درج ذیل باتیں واضح ہوئیں۔

(۱) ایک یہ کہ اجماع حضرت کے ہم مسلک بھائی (علی دہلوی نجدیہ) فرماتے ہیں کہ
ہیں جسبلی ہونے کے مدعی ہیں۔

(۲) دوسری یہ کہ ائمہ اربعہ کی فقہ منضبط ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ علماء نجدیہ جو اجماع حضرت کے ہم مسلک بھائی ہیں ان کے نزدیک
ائمہ اربعہ کے متعلق بے نہیں ہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ ۱۹۲۷ء تک عرب میں سب لوگ ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی
ام کے متعلق ہوتے تھے یعنی عرب میں اجماع یا غیر متعلقہ قسم کے لوگ نہیں ہوتے
تھے اسی طرح ہم ہند میں بھی نہ تھے۔

چنانچہ اجماع حضرت امام دولانا شاہ راشد امرتسری نے شیعہ توحید میں
لکھا ہے کہ

”آج سے اسی سال قبل قریباً سب مسلمان اس خیال کے تھے جن کو آجکل حنفی بریلوی
خیال کیا جاتا ہے۔“

(شیعہ توحید صفحہ ۴۴ طبع مکتبہ ثنائیہ گڑھ امجدیہ ۱۹۵۶ء)

اجماع حضرت کے دولانا شاہ راشد صاحب امرتسری صاحب الاموال و البیہ کے مولانا
سیمان بن سمان نجدی کے مذکورہ بالا دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ ۱۹۲۷ء تک
عرب کی سرزمین پر کوئی اجماع یا غیر متعلقہ تھا اور نہ ہی کسی کو ائمہ اربعہ کی تقلید

سے دست بردار ہونے کی اجازت تھی اور یہ کہ ۱۸۵۷ء یعنی ۱۲۵۷ھ کی تحریک
آزادی ہندوستان سے ایک سال قبل تک ہندوستان کے تمام مسلمان زمرات
حنفی تھے بلکہ سب کا عقیدہ و مسلک یہی تھا جو دولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ
کا مسلک تھا جبکہ اس وقت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کی عمر شریف دو سال کی تھی کہ

ان کی پیدائش ۱۸۵۷ء کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ
کوئی نیا عقیدہ یا نیا مسلک نہیں لائے بلکہ وہ اسی مسلک پر تھے اور اسی مسلک کے داعی
رہے جو ان سے پہلے کے علماء اہلسنت کا عقیدہ و مسلک تھا لہذا اس مسلک حتیٰ کو بریلوی
مسلک کہنا اور اسے مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کا ایجاد کردہ مسلک ٹھیکرانا محض تعصب و
زناوتی اناضالی اور تاریخ سے ناواقف اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے کے
متراوت ہے جسے ایک بہت بڑی تاریخی سازش ہی کہا جاتا ہے۔

جبکہ اسکے برعکس حقیقت یہ ہے کہ مولانا شاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ مسلمانان
برصغیر علیہ مسلمانان عالم کے عین ہیں کہ انہوں نے کسی قوم، بلاتم کے خوف سے بے نیاز
اور اعداد دین کے ہر شر و شر سے بڑھ کر اپنی خدا داد و ملی و ایمانی قوت سے
اسی عقیدہ و مسلک کا تحفظ فرمایا جو قدیم سے چلا آ رہا تھا جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے صحابہ کرام کو صحابہ کرام نے تابعین کو تابعین نے تبع تابعین کو دی جس
کے حامل ائمہ مجتہدین تھے جس کا مانع کتاب اللہ و سنت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
اور اہل سنت کے اجماع کے سوا کچھ نہیں جس پر چلنے والا فرقہ ناجیہ میں ہی شمار ہوتا ہے۔
لہذا مولانا شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ ہر شبہ ائمہ اہلسنت میں سے ایک امام اور
حق و صداقت کی مصداق بنے نیاں تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فرمان

”اپنے علماء اجماع میں سے شمار فرماتے ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں مثلاً تذکرہ علماء اجماع
وغیرہ سے واضح ہے وہ اپنی کتاب ”عقد الحجبہ“ میں لکھتے ہیں۔

”باب تاکید الاخذ بھذہ المذہب اس باب سوم میں بیان کیا جائیگا کہ ان

الاربعة والتشديد في تركها و
الخروج عنها اعلمان في
الاخذ بهذه المذاهب الاربعة
مصلحة عظيمة وفي الاعراض
عنها كلها مفسدة كبيرة
(الحق ان قال) وليس مذهب
في هذه الازمنة المتأخرة
بهذه الصفة الا هذه المذهب
الاربعة اللهم الا مذهب
المسامية والزيديتهم وهم
اهل المبدعة لا يجوز الاعتماد
عليها واما ويلهم وثانيا قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
اتبعوا السواد الاعظم ولما
اندرست مذاهب الحققة
الا هذه الاربعة كان
اتباعها اتباعا للسواد
الاعظم والخروج عنها
خروجاً عن السواد الاعظم
(عقد الجيد ص ۵۴ تا ۵۵)

مذاهب اربعة کو اختیار کرنا ضروری
اور ان کو چھوڑنا اور ان سے باہر ہونا
سخت بُری بات ہے۔ معلوم ہو کہ ان
چاروں مذہبوں (حنفی و مالکی و شافعی و حنبلی)
کے اختیار کرنے میں زبردست مصلحت
اور ان سے انحراف کرنے میں زبردست
فساد ہے۔ اور ان آخری زمانوں میں
ان چاروں مذہبوں کے سوا کوئی مذہب
قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ پیشکل امامیہ اور زیدیہ
کا مذہب ناقص ہے اور وہ اہلِ بیت ہیں
ان کی باتوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے
ان چاروں مذہبوں کے حق ہونے کی
دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی بڑی
جماعت کی پیروی کرو اور جب کہ ان چاروں
مذہبوں کے سوا دوسرے مذہب حق
باقی نہیں ہے تو ان چاروں مذہبوں کی
اتباع سوادِ اعظم کی اتباع اور
ان کو چھوڑنا سوادِ اعظم کو چھوڑنا قسار
پائیگا۔

کیوں جناب اثری صاحب! آیا کچھ شریعت میں؟ جناب! لا نے ائمہ کی تقلید
کرنے اور خلفاء راشدین کی نہ کرنے کا جو سوال فرمایا ہے اس کا جواب جناب! لا
کے سلم امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرمانِ فریضان سے مرحوم ہو گیا۔

استخراج مسائل | اب ہم شاہِ جب کے فرمانِ مذکور کی روشنی میں
معلوم ہونے والے مسائلِ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

- (۱) ایک یہ کہ چاروں مذہبوں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں سے کسی ایک
کا مسلک اختیار کرنا مُرکَد (ضروری ہے)
- (۲) دوسرا یہ کہ ان مذہب کو چھوڑنا اور ان سے باہر ہونا سخت بُری بات ہے۔
- (۳) تیسرا یہ کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں عظیم الشان مصلحت و
مصلحتی ہے۔
- (۴) چوتھا یہ کہ ان چاروں مذہبوں کے چھوڑنے میں بہت بڑا فساد ہے۔
- (۵) پانچواں یہ کہ ان چاروں مذہب میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا مصلحت و
مصلحتی پر چلنے والا ہے۔
- (۶) چھٹا یہ کہ ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک کو اختیار نہ کرنے والا بہت بڑا
فساد ہے (الایہ کہ وہ مجتہد ہو)
- (۷) ساتواں یہ کہ حنفی و مالکی و شافعی اور حنبلی حق پر ہیں کہ وہ مصلحت پر ہیں۔
- (۸) آٹھواں یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید ترک کر کے ائمہِ پیش
کہلانے والے حضرات فساد کا شکار ہیں۔
- (۹) نواں یہ کہ ان چاروں مذہبوں کے سوا کوئی مذہب ایسا باقی نہیں رہا جس پر

اعتماد کیا جاسکے۔

(۱۰) سوال یہ کہ امامیہ و زیدیہ (شیعوں کا) مذہب بدعت ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا (کیونکہ ان کے علماء نے اپنی طرف سے فقہ گھر کے ائمہ اہمیت کی طرف منسوب کر ڈالی ہے)۔

(۱۱) گیارہواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے سوادِ اعظم (امتِ مسلمہ کی بڑی جماعت) کی پیروی کا حکم فرمایا ہے۔

(۱۲) بارہواں یہ کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب اربعہ کے سوا دیگر مجتہدین کے مذاہب علماء مٹ گئے ہیں کیونکہ ان کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔

(۱۳) تیرہواں یہ کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی امت میں رائج پئے آ رہے ہیں اور روئے زمین پر اکثریت ان کے ماننے اور ان کی پیروی کرنے والوں کی ہے لہذا یہی دائرہ اربعہ کے پیروکار (سوادِ اعظم) ہیں۔

(۱۴) چودھواں یہ کہ ان چاروں مذہبوں کی پیروی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سوادِ اعظم کی پیروی ہے۔

(۱۵) پندرہواں یہ کہ ان مذاہب اربعہ سے باہر جانا سوادِ اعظم سے باہر جانا ہے۔

(۱۶) سولہواں یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تعمیل چرکہ واجب ہے، اس لئے ائمہ اربعہ کی تقلید واجب ہے۔

(۱۷) سترہواں یہ کہ واجب کا ترک گناہ ہے لہذا ائمہ اربعہ کی تقلید کا تارک واجب کا تارک ہے۔

(۱۸) اٹھارہواں یہ کہ واجب کا تارک فاسق ہے لہذا ائمہ اربعہ کی تقلید کا منکر و تارک فاسق ہے اور فاسق اہل عمل ہے۔

(نوٹ) یہ سب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے اخذ کئے گئے ہیں۔

نوٹ : یہ بھی واضح ہو کہ تقلید اس پر واجب ہے جو مجتہد نہ ہو اور جو عالم

مجتہد ہو اس پر کسی کی تقلید واجب نہیں ہے اور یہ کہ اجتہاد و تہجدی

بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عالم بعض مسائل میں کا حق تحقیق کر کے درجہ

اجتہاد تک رسائی حاصل کر لے تو وہ ان مسائل میں جن میں اس نے

کا حق تحقیق کی مجتہد ہو گا ان میں کسی دوسرے مجتہد کی پیروی اس

پر لازم نہ ہوگی اور باقی مسائل میں لازم ہوگی۔ اس قسم کے علماء کرام

محققین پیدا ہوتے چلے آئے ہیں اور آج بھی ہو سکتے ہیں۔

ہم نے اسکی مدلل بحث اپنی کتاب "اجتہاد کی اہمیت و ضرورت"

میں کر دی ہے جو مغربیہ انٹرنیشنل پبلیشرز نے شائع کرنا چاہی ہے۔

ایک اعتراض اور جواب

یہاں اعتراض ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید

ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے کیونکہ بعض ان سے خطا ہو جاتی تھی چنانچہ

امام ابو حنیفہ بعض اوقات پہلے ایک رائے قائم کر لیتے تھے بعد میں ان کے شاگرد

دلائل کے ذریعے ان کی خطا کی طرف متوجہ کرتے تو وہ اپنی پہلی رائے ترک

کر کے اپنے شاگردوں، جو خود ان کے مقلد و تابع تھے، کی رائے کو اختیار کر

لیتے تھے جس سے ظاہر ہوا کہ وہ لائق اتباع و تبع نہ تھے لہذا ان کی تقلید کو واجب

کہنا درست نہیں ہے۔

جواب : اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ ائمہ دین مجتہدین رسول اللہ ﷺ

کی شریعت کے امین، آپ کے علوم شریعیہ کے حامل اور آپ کے احکامات و عہد کے

منظر تھے۔ یہ حضرات بعض اوقات ایک مسئلہ میں کتاب سنت کی روشنی

میں اجتہاد فرماتے اور اس اجتہاد کی خود شنی میں اس مسئلہ کے بارے میں ایک

رائے قائم کر لیتے اور بلاشبہ ان کے نزدیک وہ رائے صحیح اور درست ہوتی تھی
مگر بعد میں اپنے شاگردان گرامی کے ساتھ بحث و مباحثہ کے دوران اگر ان پر
واضح ہو جاتا کہ ان کی قائم کردہ رائے کے مقابلہ میں ان کے شاگردوں کی رائے زیادہ
درست یا زیادہ قرین مصلحت ہے یا آپس عامۃ المسلمین کی بھلائی زیادہ ہے
تو وہ اپنی رائے کو واپس لے لیتے تھے اور یہ کوئی نقص یا عیب کی بات نہیں بلکہ
یہ ایک خوبی ہے جو علماء دین میں و ائمہ مجتہدین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ
میں مل ہے اسے غیب نقص قرار دے کر ائمہ دین کو لائق اتباع قرار نہ دینا سنت
سے بے خبری کی دلیل ہے۔

اس سلسلے میں ہم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بطور حسین نمونہ عمل
پیش کرتے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام کے درمیان سے اٹھ کر ایک باغ میں تشریف لے گئے

سب سے پہلے آپ کی خدمت میں حضرت ابو ہریرہؓ جا کر حاضر ہوئے

آپ نے اپنی دونوں جوتیاں مبارک حضرت ابو ہریرہؓ کو دے کر

رواۃ فرمایا کہ اس باغ سے باہر شخص نہیں لآلہ الا اللہ لگاہی

دینے اور اس پر یقین رکھنے والا نہیں ہے تم اے جنت کی خوشخبری دیدہ

حضرت ابو ہریرہؓ کو راستہ میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ ملے، انہوں

نے پوچھا اے ابو ہریرہؓ، یہ دو جوتیاں کیسی ہیں؟ انہوں نے ساری

بات بیان کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے سینے پر دھکا مارا اور کہے

نہ جانے دیا بلکہ انہیں واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کی زبردستی کا ذکر کیا۔

آپ نے پوچھا کہ عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ

میرے ماں باپ آپ پر قمران ہوں کیا آپ نے ابو ہریرہؓ کو یہ جنت

کی خوشخبری سننے کو رواۃ فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

حضرت عمرؓ نے عرض کی "فلا تفعل" کہ حضرت! ایسا نہ فرمائیں۔

فانی اخشی ان یتکل الناس کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ اس پر غور

فعلہم لعلہون قال رسول کر کے عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ آپ نے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ہاں۔ انہیں چھوڑ دو تاکہ وہ

فعلہم عمل کریں۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶۰)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی لکھتے ہیں کہ

وفیہ اشارۃ بعض الاتباع اور اس (حضرت عمرؓ کے عرض کرنے

علی المشیوع بعداً مراہ مصلحتہ اور حضورؐ کے قبول فرمانے) میں اس بات

و موافقۃ المصنوع لہ اذا کا ثبوت ملتا ہے کہ بعض خدام اپنے

راہ مصلحتہ و رجوعہ عما مخدوم کو اس رائے کو قبول کرنے کا مشورہ

امر بہ بسببہ دے سکتے ہیں جس میں وہ مصلحت دیکھیں

(شرح مسلم ج ۱ ص ۵۶۱) اور یہ کہ مخدوم جب اس میں مصلحت دیکھے

تو خادم کی مان لے، خادم کی رائے کی

وجہ سے اپنے حکم سے رجوع کر لے۔

(۲) اسی طرح وہ واقعہ بھی توجہ طلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے

تکم دوات طلب فرمایا اور کچھ بکھڑنے کا ارادہ فرمایا مگر حضرت عمرؓ کی رائے

پر اپنا ارادہ ترک فرمادیا۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ استاذ یا مخدوم اگر شاگرد یا خادم
کی رائے کو زیادہ مصلحت آمیز دیکھ تو اپنی رائے سے رجوع کر لے یہ نقص نہیں رہتی ہے۔
اسی طرح حضرات ائمہ کرام اور بعض حضرات اہم ابو حنیفہؒ نے بعض اوقات بعض
مسائل میں اپنے شاگردوں کی رائے کو اپنی رائے کے مقابلہ میں عامۃ السلیک کیلئے
زیادہ مصلحت آمیز پایا تو اپنی رائے سے رجوع فرمایا۔ یہ ایک کمال ہے جو انہیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملا ہے اسے نقص قرار دے کر ان مقدس ہستیوں کو
لائیق اتیسار نہ ٹھہرا تا موزوں شرع سے بے خبری کے سوا کچھ نہیں۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول نہ فرماتے
بلکہ اپنی سابق رائے پر قائم رہتے تو وہی سابق رائے واجب الاتباع ہوتی اسی طرح
یہ ائمہ کرام بطور اور اہم عظیم ابو حنیفہؒ رضی اللہ عنہم دعتہ نے بھی جو بعض اوقات بعض
مسائل میں اپنے شاگردوں کی مدلی رائے سے اتفاق فرمایا اور اپنی رائے کو ترک
کر دیا اگر وہ ایسا نہ کرتے بلکہ اپنی رائے پر قائم رہتے تو متقلدین کے لئے وہی رائے
واجب الاتباع ہوتی۔ لیکن جب انہوں نے اسے ترک کر کے دوسری رائے جو ان
کے نزدیک امت کے لئے زیادہ مفید و باعث مصلحت تھی کو اختیار کر کے
امت سے بھلائی اور امت پر حسان فرمایا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کرنا امت پر احسان عظیم فرمایا کہ ان میں جذبہ عمل
کو متاثر کر نیوالی بات سے رجوع فرمایا۔ ائمہ مجتہدین تین کا بعض مسائل میں رجوع
اسی رجوع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کی ہی ایک کڑی اور نور علم و کمال مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک جھلک تھی جس کا ائمہ مجتہدین سے بعض اوقات ظہر ہوا۔ لہذا اسے
ائمہ پر طعن کی بجائے ان کی خوبی تصور کرنا چاہیے۔

محافت تقلید صحابہ

سوال کا جواب کہ صحابہ کرام کی پیروی ائمہ اربعہ کی تقلید کیوں؟
اشری صاحب کے مدد رح اہم شاہ اسماعیل دہلوی کی صراط مستقیم کے حوالہ سے
وضوح کر چکے ہیں کہ تحقیق و اجتہاد کا جو کام ائمہ مجتہدین (خصوصاً ائمہ اربعہ) کے دور
میں ہوا صحابہ کرام کے زمانہ میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا۔

ان کے علاوہ ہم امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف امام ابن ہمام رحمہ اللہ
رحمہ اللہ کی شہرہ کتاب "التحریر فی اصول الفقہ" کا حوالہ دیتے ہیں۔ صاحب احفیفہ دشت نسیہ
سے بھی ایک حوالہ یہ قارئین کرتے ہیں۔ چنانچہ امام موصوف کتاب مذکور کے آخر میں تحکد
کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ

فقبل الامام و اجماع المحققین امام نے علماء محققین کا اس بات پر اجماع
علی منع العوام من تقلید نقل کیا کہ عوام کو حضرات صحابہ کرام کی
اچیان الصحابة بل من بعدہم تقلید سے منع کیا جائے گا بلکہ صحابہ کرام کے

الذین سبوا و وضعوا و دونوا کے بعد انہوں نے ان مجتہدین کی تقلید
و علی هذا ما ذکر بعض کا کیا جائیگا جنہوں نے اجتہاد کئے فقہ کے
المتاخرین منع تقلید غیر اصول و مع کے احکام مسائل ترتیب
الامر بجمہ لانضباط مذاہبہم دیئے اور اسی پر مبنی ہے وہ بات جو بعض
و تقلید مسائلہم و تخصیص متاخرین نے کہی کہ ائمہ اربعہ کے سوا دوسرے
عمومہا و لہم بد و مثله فی ان تقلید سے عوام کو منع کیا جائیگا کیونکہ
غیر ہم الآن لا فخر فی اتباعہم اور اربعہ کے مذاہب منضبط اور ان کے

وہو صحیح۔
مسائل مطلق سے مقید ہونے اور مسائل کے
عموم کی تخصیص عمل میں آتی اس کی مثال ان
کے اخیر میں نہیں ملتی بلکہ غلط فہمی کے پرکار نہیں ہے اور یہ بات صحیح ہے۔

تشریح و مطلب

امام ابن حامد علیہ الرحمۃ نے امام ابو الحسین عبد اللہ بن مالک بن
البحرینی الشافعی المعروف امام الحرمین متوفی ۳۴۰ھ رحمہ اللہ کا فرمان ذی شان نقل
فرمایا جو انہوں نے اپنی کتاب البرہان فی اصول الفقہ میں ارشاد فرمایا۔ امام ابو الحسین
رحمہ اللہ علیہ کے اس فرمان کی تشریح و مطلب یہ ہے کہ عوام کو عزائم صحابہ کرام کی
تقلید سے منع کیا جائے گا اور ان ائمہ مجتہدین کی تقلید کیا جائے گی جنہوں نے قرآن و سنت
کی روشنی میں اصول وضع فرما کر ان کے تحت نئے نئے پیدا ہونے والے مسائل کے
جوابات دیئے بلکہ انہوں نے عقلی و نقلی موانع و دلائل کے لیے چراغ روشن
کر دیئے جنکی نیا پاشیوں میں قیمت تک پیدا ہونے والے مسائل کا عمل
دریافت ہوتا رہے گا امام ابن حامد علیہ الرحمۃ نے اسکے بعد فرمایا کہ بعض متاخرین
یعنی امام و محدث و فاضل شیخ الاسلام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر ذی الحجۃ
امام ابن الصلاح متوفی ۷۴۱ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام الحرمین کے قول مذکور کی بنیاد
پر فرمایا کہ عوام کو ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے اماموں کی تقلید سے منع کیا جائے گا۔
اس لیے ہمیں کہ ان کے علاوہ کوئی مجتہد نہیں ہوا بلکہ بہت سے مجتہد ہوئے بلکہ
اس لیے کہ ان ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی و امام احمد بن
حنبل رحمہم اللہ) کے مذاہب فقہ محفوظ و منضبط (اصولوں کے تحت فروعات
کے ساتھ منقول) چلے آ رہے ہیں کہ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے

مسائل مطلق کی تفسیر اور ان کے عموم کی تخصیص فرمائی اور شریعت کے احکام کو بالکل
نکھار کر رکھ دیا اور اس وقت ان ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور مجتہد کا مذہب فقہی اور ان
کے پیروکار ذاتی نہیں رہے بلکہ روئے زمین پر ان چاروں اماموں کے ہی مقلد پائے جاتے
ہیں اور ان چاروں مذہبوں کے سوا کسی اور امام مجتہد کا مذہب اگرچہ کتابوں میں منقول ہے
ہم قطعی و یقینی سند کے ساتھ نہیں لے سکتے جیسا کہ ان ائمہ اربعہ کا مذہب ان کے پیروکار
کے ذریعے قطعی و یقینی طور پر اور تواتر و شہرت کے ساتھ منقول و ملاء رہا ہے۔

جناب اثری صاحب کی دو اور مہربانیاں

نے امام ابن تیمیہ کی ایک درج ذیل عبارت نقل فرمائی ہے اور اس کا درج ذیل ترجمہ بھی فرمایا:
ان اهل السنة لم يقل احد
منهم ان اجماع الفقهاء
الاربعة حجة معصومة ولا
قال ان الحق منحصر فيها
وان ما خرج عنها باطل الخ
یعنی اہل سنت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ
ائمہ اربعہ کا اجماع حجت ہے اور نہ ہی
کسی نے یہ کہا ہے کہ حق ائمہ فقہاء میں منحصر
ہے اور ان سے خارج باطل ہے۔

امام ابن تیمیہ کے حوالہ مذکور سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ فقہاء اربعہ کا اجماع
حجت معصومہ نہیں دوسری یہ کہ حق کے ان میں منحصر ہونے کا کسی اہل سنت نے نہیں کہا
ہم دونوں باتوں پر ترتیب وار گفتگو کریں گے۔ جناب اثری صاحب نے امام ابن
تیمیہ کی سند ج بالا عبارت کے ترجمہ میں دو اور مہربانیاں فرمائی ہیں:
ایک یہ کہ امام موصوف کی عبارت میں جو خط کشیدہ عبارت "حجة معصومة"
ہے اثری صاحب نے اس میں خیانت فرمائی ہے کہ لفظ "حجة" کا ترجمہ حجت تو کر دیا

محرلفظ "معصومہ" کا ترجمہ اڑا گئے مگر امام ابن تیمیہ کی عبارت مذکورہ میں اسی
ایک لفظ سے ہی جھکنا ختم ہو جاتا ہے مگر امام ابن تیمیہ کا یہ لفظ محترم اثری حساب کے
مسک کے خلاف جانا تھا اس لئے انہوں نے اسے اڑا دیا۔ کیونکہ امام ابن تیمیہ دراصل
ائمہ اربعہ کے اجماع کے تحت ہونے کا انکار نہیں کر رہے بلکہ اس کے تحت معصومہ ہونے
کا انکار کر رہے ہیں یعنی ایسی حجت، جس کی اتباع فرض اور اس سے انحراف باطل اور
گناہ قرار پائے۔ کیونکہ "معصومہ" کے معنی خطائے قطعی پاک کے ہیں چنانچہ ہم انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معصوم کہتے ہیں کہ ان کے فرمان کے خلاف عمل کرنا گناہ
ہے۔ امام ابن تیمیہ کی یہ بات بالکل بجا اور صحیح ہے کہ ائمہ اربعہ کا اجماع و اتفاق
ایسی حجت نہیں ہے جو خطا یا احتمال خطائے قطعی طور پر پاک ہو کیونکہ "حجت معصومہ"
صرف اور صرف قرآن و سنت اور اجماع امت (تمام امت کے علماء اہل سنت کا اجماع)
ہے۔ محترم اثری حساب نے امام ابن تیمیہ کی عبارت سے لفظ "معصومہ" کا ترجمہ اڑا
کر عبارت کے مفہوم کو ہی برعکس کر ڈالا ہے۔ بلاشبہ ائمہ اربعہ کا اجماع حجت ہے
مگر ایسی حجت نہیں کہ اس کے خلاف کسی مجتہد کے اجتہاد کو باطل قرار دیا جاسکے۔
لہذا اہل فتنہ اگر کسی شخص پر ائمہ اربعہ کے علاوہ امام سفیان ثوری و امام اوزاعی
و امام لیث بن سعد وغیرہم ایسے پہلے کے یا بعد کے ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام
مجتہد کا مذہب یقینی طور پر معلوم ہو اور وہ اس کی اتباع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے ورنہ

اسے ائمہ اربعہ میں سے ہی کسی ایک امام کی تقلید کرنا ہوگی۔ چنانچہ علامہ لسان الملک
محمد بن احمد دہلوی امیر بادشاہ حسین علی مراد خاں حوالہ ۱۹۸۰ اپنی کتاب "تیسرے تہذیب" میں فرماتے ہیں
ان تحقیق ثبوت مذہب عن یعنی اگر ان دوسرے ائمہ مجتہدین میں سے
واحد منہم مرجع تقلید وہ وفاقاً کسی امام کا مذہب یقینی طور پر ثابت ہو جائے

والا فلا قال ابن الحنبل
یتطرق الی مذاہب
الصحابة احتمالات لا یمکن
المعامی معہا من التقلید لثمر
قد یكون الاسناد الی الصحابی
لا علی شروط الصحابة وقد
یکون الاجماع انعقد
بعد ذلک القول علی قول آخر
(تیسرے تہذیب ج ۲ ص ۲۵۱)

امام ابن المنیر | ان کا ہم زمان علی محمد کینی، ابو الحسن، لقب زین الدین، عرف
امام "ابن المنیر"، محدث اور مہاجر بنی ان کی وفات ۶۱۹ھ میں تھی

عبارت مذکورہ سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام کی تقلید عوام کے لئے ممکن نہیں ہے
اس کے علاوہ یہ بات بھی غلط ثابت ہو گئی کہ ہم اختلاف یا دوسرے علماء اہل سنت اور اربعہ
کے علاوہ کسی اور امام مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی یہ بات درست ہے
کہ ہم ائمہ اربعہ کے بعد کسی اور مجتہد مطلق کا ہونا ممکن یا جائز نہیں مانتے مگر یہ بات
بھی مسلم ہے کہ جو ان یا امکان کو وقوع مستلزم نہیں یعنی کسی چیز کے ہو سکے کہ نہ
یا ہو جانا لازم نہیں ہے بلکہ ظاہر ایسے لگتا ہے کہ ان جیسا مجتہد اب قیامت تک پیدا
نہیں ہوگا، مجتہد تو ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہیں گے مگر ان جیسا مجتہد پیدا ہونا
ظاہر حالات کی رو سے ممکن نظر نہیں آتا کیونکہ علم روز بروز کم ہوتا جاتا رہا ہے جب

ایک عالم دین دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو اس کا خلا بھی آسانی سے پر نہیں ہوتا امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک احمد بن حنبل جیسا پیدا ہوتا تو اور زیادہ مشکل ہے۔ تفسیر بیضاوی کے مصنف امام قاضی ناصر الدین علی بن عبد الباقی بیضاوی لکھتے ہیں کہ

قال امام الحرمین فی البرہان
اجمع المحققون علی ان العوام
لیس لہم ان یتعلقوا بمذہب
اعیان الصحابة رضی اللہ عنہم
بل علیہم ان یتبعوا مذاہب
الائمة الذین سبوا فنظروا
و فوجوا الاجواب و ذکر
اوضاع المسائل لانہم اوضحوا
طرق النظر و ہذا جو المسائل
و بینوها و جمعوها و ذکر
این الصلاح ایضا ما حاصلہ
انہ یتعین تقلید الائمة للاحیث
دون غیرہم لان مذاہب اللاحیث
قد انتشرت و علم تقلید مطلقا و تخصیص

عامھا و نشرت فروعھا بخلاف
غیرہم رضی اللہ عنہم و لہذا
و جہرنا فی نثر قلمہ انہ رحم

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے مسائل
کے مطلق کی تقلید اور ان کے مالک تخصیص
معلوم ہو چکی و دوسرے مجتہدین کے مذاہب کا معاملہ

و دود۔ ایسا نہیں اللہ ان سے راضی ہو اور ان کو
راضی فرمائے اور جس ان کے گردہ میں اٹھاتے بے شک وہ بیحد مہربان
اپنے بندوں سے محبت فرماتے والا ہے ؟ آمین

استخراج مسائل | قاضی بیضاوی متوفی ۷۸۰ھ اور امام ابن الصلاح متوفی
۶۴۲ھ کی مذکورہ عبارتوں سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

(۱) ایک یہ کہ عوام کو حضرات صحابہ کرام کے مذہب کی تقلید نہیں کرنا چاہیے اور اسکی
تین وجوہ ہیں۔

تقلید مذہب صحابہ | کیونکہ صحابہ کرام کے اقوال میں بسا اوقات کئی ایک
مسئلوں کا احتمال ہوتا ہے اور یا ان کے قول کی سند صحت کے شرائط پر پوری نہیں اترتی
اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کے قول کے مقابلہ میں دوسرے کے قول پر
اجماع ہو چکا ہوتا ہے۔

عوام میں اس قدر علمی صلاحیت نہیں کہ وہ صحابہ کرام کے اقوال کی تحقیق کریں
کہ آیا یہ قول ان مذکورہ تین وجوہ میں سے کسی وجہ پر مشتمل تو نہیں ہے۔ نہ تو ان
میں علمی صلاحیت و استعداد ہے اور نہ ہی انہیں اپنے معاش و روزگار سے
فرصت ملتی ہے کہ وہ ایسی تحقیق کریں۔ اگر عوام ایسی تحقیقوں میں لگ جائیں تو ان کے
معاش و روزگار کا معاملہ مفل ہو جائیگا۔ چنانچہ امام جلال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی

الشافعی المتوفی ۷۸۰ھ نہایت اسلوب تشریح منہاج الاصول میں فرماتے ہیں کہ
انہم لو کانوا تقلد الصحابی اگر عوام کو صحابہ کے اقوال کی تقلید

لکان فیہ من المشقة حلیہم
 من تعطیل معایشہم وغیرہ
 ذلک مالا یحیی
 (نہایت السول ج ۲ ص ۳۱)

یعنی ان کو پھر ان اقوال کی چھان بین کرنا کرنا ہوگی اس سلسلے میں اپنے کاروبار بھی ترک کر کے دور دراز تک کے سفر کرنا ہوں گے جس سے ان کی روزمرہ کی معاشی ضروریات ختم ہو کر رہ جائیں گی کیونکہ صحابہ کے مذاہب باقاعدہ مدقن و مرتب نہیں ہیں البتہ فقہار اربعہ کے مذاہب چونکہ مدون و مرتب ہیں اس لئے ان کو گھر بیٹھے ان کی کتابوں یا قریب جوار کے علماء کے ذریعے ان کے فتاویٰ معلوم ہو سکتے ہیں اور ان کے فتاویٰ کی بنیاد بھی یا احادیث ہیں یا اقوال صحابہ و تابعین اور بعض ان کے اجتہاد ہیں خواہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں کئے۔

(۲) دوسری کہ ائمہ اربعہ کی تقلید متعین ہے۔ لہذا عوام کو ائمہ اربعہ میں سے ہی کسی کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

(۳) تیسری کہ حق ائمہ اربعہ میں مختار ہو کر رہ گیا ہے۔

(۴) چوتھی کہ دیگر مجتہدین کے مذاہب دنیا میں اب عللاً باقی نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ کے قول کا جواب

مختار اثری حسب نے جو امام ابن تیمیہ کی یہ دو دوسری بات نقل کی کہ "اہلسنت میں سے کسی نے نہیں کہا کہ حق ان چاروں میں مختار ہے اور جو ان کے علاوہ ہے وہ باطل ہے" امام ابن تیمیہ نے بھی حقیقت شناسی کا ثبوت نہیں دیا اور خلاف واقعہ بات کہی۔ کیوں کہ یہ امام قاضی ناصر الدین بیضاوی

متوفی ۷۵۸ھ اور امام ابن الصلاح متوفی ۷۴۲ھ امام ابن تیمیہ سے پہلے کے بزرگ ہیں اور ائمہ اہلسنت میں سے ہیں۔ امام ابن تیمیہ کی وفات ۷۲۸ھ کی ہے جبکہ عروج علم میں ان سے بھی بڑے دو اہلسنت بزرگ فرما رہے ہیں کہ ائمہ اربعہ کی ہی تقلید متعین (مطلوبہ شدہ) الامریجۃ دون غیرہم۔ (بات ہے کسی اور کی نہیں۔)

(منہاج الاصول مع فتاویٰ السول ج ۲ ص ۳۱)

اب جناب اثری صاحب بتائیں کہ کیا ائمہ اہلسنت کے اس فرمان سے ثابت ہوا یا نہ کہ حق ان چاروں ائمہ میں مختار ہے؟ اگر مختار ہوتا تو امام قاضی بیضاوی اور ابن الصلاح جیسے اکابر اہلسنت یہ بات نہ فرماتے کہ چاروں ائمہ کی تقلید متعین ہے کہ ان کی تقلید کی جائیگی کسی اور کی نہیں۔ اب اثری صاحب ارشاد فرمائیں کہ اس کے علاوہ مختار ہونا کیسے کہتے ہیں؟ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام ابن تیمیہ کو یہ حضرات (دو زبان گزنی) جو اس قدر بڑھاتے ہیں اس کے وہ ہرگز اہل نہیں ہیں کیونکہ ان کی تحقیقات قابل اعتماد نہیں ہیں لہذا امام ابن تیمیہ کے اقوال حجت نہیں ہیں کیونکہ یہ جھوٹ تو واضح ہو گیا کہ وہ فرما رہے ہیں کہ "اہلسنت میں سے کسی نے نہیں کہا کہ حق ائمہ اربعہ کی تقلید میں مختار دائر ہے جبکہ اہلسنت کے دو امام قاضی بیضاوی و امام ابن الصلاح ابن تیمیہ سے بھی پہلے فرما چکے ہیں کہ تقلید ائمہ اربعہ کی ہی کرنی چاہیے کسی اور کی نہیں۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ دوسروں کی تقلید اس لئے باطل یا ناجائز نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور مجتہد ہی نہیں ہوا۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے علاوہ دیگر مجتہدین کے مذاہب اور ان کے پیروکار اب باقی نہیں رہے، تمام اہل میں صرف ان کے اقوال تو ملتے ہیں مگر نہ ان کے اصول و ضوابط نہ کوہ میں اور نہ ہی ان پر مبنی فرمات

جیسا کہ ائمہ اربعہ کے اصول و قواعد بھی ہیں اور ان پر مبنی تفصیلات (اخذ کردہ احکام) بھی
 الحمد للہ، جناب اثری صاحب کے اس سوال کا مکمل جواب آچکا کہ صحابہ کرام کی تقلید
 کیوں نہیں کی جاتی، ائمہ اربعہ کی کیوں کی جاتی ہے اور یہ کہ کیا ائمہ اربعہ کی تقلید
 پر اجماع ہے؟

ہم نے جناب اثری صاحب کے اکابرین کے حوالوں سے بھی جواب دیے ہیں
 خصوصاً اثری صاحب اور ان کے ہم مسلک حضرات کے امام جناب شاہ محمد اسماعیل دہلوی
 علیہ ما علیہ کی کتاب صراط مستقیم اور ان کے مولانا سلیمان بن سمان نجدی کی کتاب
 تحفہ الاولیاء سیر اور امام الہند شاہ دل شہر محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب
 عقدہ نجدی کے حوالہ سے اس سے پہلے کہ شیعہ شہادین جو بات عرض کر چکے ہیں کہ
 (۱) مجتہدین نے زمانہ تابعین و تبع تابعین میں اپنے اجتہاد سے حسب قدر احکام مسائل
 شرعیہ کا استنباط و استخراج کیا زمانہ صحابہ میں اس کا دسواں حصہ کام بھی نہیں ہوا
 خصوصاً ائمہ اربعہ کے دور میں، لہذا ان چاروں مذہبوں کی متابعت جو تمام اہل اسلام
 میں مروج ہے بہت عمدہ ہے۔ (صراط مستقیم ص ۶۸ و ص ۱۱۳)

(۲) پھر آپ کے مدّوح و محبوب نجدی ملّا میں سے جناب علامہ سلیمان بن سمان نجدی
 نے آپ کے مدّوح و محبوب ہونے کے باوجود آپ پر اور آپ کے ہم مسلک
 بھائیوں پر تو اتہائی غضب ڈھا دیا کہ تحفہ الاولیاء سیر میں یہاں تک ارشاد فرمایا
 کہ ”ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک ائمہ
 کی تقلید کریں“ (تحفہ الاولیاء سیر ص ۶۸ و ص ۱۱۳)

کیوں جناب اثری صاحب آپ کے ہم مسلک فاضل نجدی کا یہ فرمانا کہ ”ہم لوگوں
 کو مجبور کرتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک ائمہ کی تقلید کریں“ آپ کے خیال میں
 جسکی زد سے آپ تقلید ائمہ کو شرک فی الرسالہ گردانتے ہیں، کی زد سے

علامہ دہلیہ نجدیہ شرک فی الرسالہ کے مرتکب ہو گئے یا نہ بلکہ نہ صرف شرک فی الرسالہ
 بلکہ اس پر لوگوں کو مجبور کرنا بہت آپ کے نزدیک برا جرم ہوا یا نہ؟ اگر ہوا تو اس کے باوجود
 آپ کی ان سے دوستی اور رینگائی کیوں ہے؟ اگر نہیں تو آپ کے نزدیک احاف
 (امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد) کیونکر جرم ہیں؟ ہمارے خیال میں آپ کے فتویٰ
 کی اصل بنیاد دینی معاملہ نہیں، دولت و سرکاریہ ہے۔ چونکہ سعودی عرب کے
 مقلدین جو حسب نفی فقہ کے پیروکار ہیں آپ کے نزدیک اس لئے موجد ہیں کہ آپ کو
 ان سے ”ریال شریف“ ملتے ہیں جن کی بدولت ان سے شرک فی الرسالہ کا گناہ بھڑکا
 جاتا ہے اور پاکستانی مقلدین (احاف) چونکہ آپ کی مالی امداد کرنے سے قاصر
 ہیں اسی لئے آپ کے نزدیک ان کا شرک فی الرسالہ کا گناہ ان سے نہیں بھڑکتا
 لہذا وہ اپنی اس کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ آپ کے فتویٰ کی زد میں آتے رہتے
 ہیں۔ اگر میری یہ بات جناب کو بُری لگی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔

بحر العلوم کی عبارت کا جواب

جناب اثری صاحب نے بحر العلوم
 علامہ عبد اللہ بکھنوی علیہ الرحمۃ کی فاتح الرحمۃ کے حوالہ ایک عبارت درج کی
 جس کا مفہوم یہ ہے کہ

”جو لوگ کہتے ہیں کہ اجتہاد ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا اب کوئی مجتہد پیدا
 نہیں ہو سکتا یہ ان کی ایک ہوس کی بات ہے۔“

ہم تو اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ جہاں تک ائمہ اربعہ جیسے مجتہد کے
 پیدا ہونے کا امکان ہے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، انکار کرنے والا
 بلاشبہ ہوس میں مبتلا ہے بلاشبہ آج بھی ائمہ اربعہ جیسا مجتہد پیدا ہو سکتا ہے۔
 اور امکان ہے کہ وہ کہیں ہو بھی۔ مگر آج تک دیکھنے اور سُننے میں نہیں آیا اور نہ

آمدہ اس کا تصور کیا جاسکتا ہے کیونکہ روز بروز ظلم و ظال پدید ہے۔ لہذا اعلام بھر العلوم کا زمانہ ہمارا گرفتِ تقلید کے خلاف نہیں جاتا۔ علاوہ ازیں جہان کا ائمہ اربعہ کی تقلید کے مزدوری ہونے کا تعلق ہے تو کاش کہ اس بارے میں محترم اثری صاحب بھر العلوم علامہ علی بن ابی حمزہ کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیے کہ

الحق انہ انما منع من تقلید غیرہم لانہ لم یسبق روایتہ مذهبہم محفوظہ حتی لو وجد روایتہ صحیحہ من مجتہد آخر یجوز العمل بہا الاثری ان المتأخرین افتوا بتخلیف الشہود اقامہ لہ تکرار لہ موقع الترتیب علی مذهب ابن ابی لیلیٰ فانہم (فتاویٰ الرجوع مع المستصفی ج ۲)

حق یہ ہے کہ عوام کو ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے ائمہ مجتہدین کی تقلید سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ دوسرے ائمہ کے فقہی مذاہب کی کوئی روایت محفوظ نہیں رہی یہاں تک کہ اگر بالفرض کسی اور مجتہد کی کوئی صحیح روایت پائی جائے تو اس پر عمل جائز ہوگا چنانچہ متأخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ (بہ وقت ضرورت) امام ابن ابی لیلیٰ کے مذہب کی بنیاد پر گواہوں کی قسم لینے کو ان کے نزدیک کے قائم مقام قرار دیا جائیگا۔

استخراج المسائل | بحکم کے اس زمانہ درج ذیل

مسائل معلوم ہوئے :

(۱) ایک یہ کہ عوام کے لئے ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کے مذہب کی تقلید منع ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مخالفت کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے مذہب کی کوئی روایت

بہ مخالفت باقی نہیں رہی جیسے ائمہ اربعہ کے مذاہب ان کے تلامذہ و مقلدین کے ذریعے شہرت و تواتر کے ساتھ منقول چلے آ رہے ہیں۔

(۳) تیسرا یہ کہ اگر کسی اہم مجتہد کا کوئی قول تحقیق اور صحیح سند کے ساتھ آج بھی مل جائے تو بہ وقت ضرورت اس پر بھی عمل جائز ہوگا یعنی بھر العلوم کے جس قول کو جناب اثری صاحب نے ائمہ اربعہ کی تقلید کے خلاف سمجھا ہے خلاف نہیں ہے وہ ضرورت پر محمول ہے ورنہ وہ اس سے پہلے عبارت میں ائمہ اربعہ کی تقلید کے مزدوری اور دوسری کی تقلید کے ممنوع ہونے کا ذکر فرماتے۔ پھر انہوں نے امام ابن ابی لیلیٰ کے مذہب سے متعلق صرف ایک ہی مسئلہ جوئیہ کا ذکر فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے باوجود بہ وقت ضرورت کسی غامض مسئلہ میں دوسرے مجتہد کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے۔

(۴) چوتھا یہ کہ بہ وقت ضرورت امام ابن ابی لیلیٰ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے تزکیہ و شہود کی جگہ تخلیف شہود پر افتخار کیا جاسکتا ہے۔

(۵) پانچواں یہ کہ اسلام میں کوئی تنگی نہیں کیونکہ کسی ایک امام کے مقلد ہوتے ہوئے بھی بہ وقت ضرورت (ضرورت کا تعین ایک عظیم دین ہی کرے گا) دوسرے امام مجتہد کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے۔

(۶) چھٹا یہ کہ ایسا کرنے سے مقلد کی تقلید کا عمل مجروح یا متاثر نہیں ہوتا یہی قیمت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا والا اپنے امام کا بدستور مقلد ہی رہیگا۔

(۷) ساتواں یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کے مزدوری ہونے اور دوسروں کی تقلید کے ممنوع ہونے کے حوالے اور ارشادات ائمہ اہلسنت سے ان کی کتابوں میں صدیوں سے منقول ہوتے آ رہے ہیں آج تک اہلسنت کے

کسی بھی امام و محقق نے اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ نہ صرف سب اس کی تائید کرتے چلے آ رہے ہیں اس پر عمل پیرا بھی ہوتے آ رہے ہیں اسی کا نام اجماع ہے یا اجماع قولی بھی ہوا اور فعلی بھی، اہلسنت کے نزدیک اجماع کا مستغرقہ اور فساد ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے گذر رہا ہے لہذا ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکر وہی سوچ لیں کہ ائمہ اہلسنت اور خصوصاً جناب حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ کیا ہیں۔

امام قزوینی کے مختارات کا جواب

» امام شمس الدین محمد بن یوسف القزوینی جو آٹھویں صدی ہجری کے اکابر علماء احناف میں شمار ہوتے ہیں کے بارے میں علامہ ابن اللعابد نے لکھا ہے کہ ان کے کچھ مختار مسائل تھے جن میں انہوں نے دلیل کی بنیاد پر مذاہب اربعہ سے اختلاف کیا ہے۔

اس کا جواب ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ ایک مقلد جو بعض مسائل میں تحقیق کر کے اجتہاد کی حد تک پہنچ گیا ہو وہ اپنے امام کا مقلد ہوتے ہوئے بھی دلیل کی بنیاد پر کسی خاص مسئلہ میں اپنے امام سے اختلاف کر سکتا ہے اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں اس کو اجتہاد متجزی (جزوی اجتہاد) کہتے ہیں۔

اجتہاد متجزی ہو سکتا ہے

مردت میں بڑی تفصیل سے یہ بحث کچھ چمکے ہیں چنانچہ مسلم الثبوت میں ہے کہ غیر المجتہد المطلق ولو غیر المجتہد مطلق نہیں ہے اگرچہ عالم ہوا عالمًا يلزمه التقليد فيمَا ان اجتہادى مسائل میں جن میں اسے

لا يقدر عليه من الاجتهاديات على التجرى ومطلقاً على تقليد الاجتهادى من اجتهادى متجزى (جزوی اجتہاد) کی تقلید کے لئے لازم ہے اجتہاد کے متجزی ہونے کے قول کی بنا پر اور تمام اجتہادى مسائل میں تقلید لازم ہے اجتہاد کے غیر متجزی ہونے کے قول کی بنا پر۔ (مسلم الثبوت ص ۱۹)

یعنی علماء محققین کا ایمان اختلاف ہے کہ اجتہاد متجزی (جزوی طور پر) ہو سکتا ہے یا نہ علماء کا ایک مذہب یہ ہے کہ اجتہاد متجزی ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک وہ علماء جو بعض اجتہادى مسائل میں درجہ تحقیق و اجتہاد کو پہنچ جائیں وہ ان مسائل میں اپنے اجتہاد پر عمل کر سکتے ہیں ان کے لئے ان مسائل میں اپنے امام مجتہد مطلق کی تقلید لازم نہیں اور جن اجتہادى مسائل میں وہ اجتہاد نہیں کر سکتے ان میں انہیں اپنے امام کی تقلید لازم ہے۔ اور علماء کا دوسرا گروہ اجتہاد کے متجزی ہونے کا قائل نہیں ہے۔ ان کے نزدیک جب تک کوئی عالم تمام اجتہادى مسائل میں اجتہاد کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس وقت تک اسے کسی مجتہد مطلق کی تقلید لازم ہے۔ علامہ سراج العلوم فتاویٰ الرعدی میں فرماتے ہیں کہ انت الحق هو الاول پہلا مذہب ہی حق ہے۔

(فتاویٰ الرعدی ج ۲ ص ۴۲)

یعنی اجتہاد جزوی ہو سکتا ہے۔ لہذا محترم اثری صاحب کو معلوم ہو کہ امام قزوینی بھی بعض اجتہادى مسائل میں اجتہاد کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں لہذا ان میں انہوں نے ائمہ اربعہ سے اختلاف فرمایا اور دوسرے مسائل میں وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد تھے۔ اگر مقلد نہ ہوتے تو حنفی نہ کہلاتے تھے چنانچہ شذرات میں لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث کی دلیل کی بنیاد پر ائمہ اربعہ سے

بعض مسائل میں اختلاف کیا اور یقیناً وہ اس کے اہل تھے چنانچہ ان کا دعویٰ تھا کہ
 انا اعلم من النوری میں امام نووی سے بڑا عالم ہوں اور وہ
 وہو اشد منی - مجھ سے بڑے زاہد ہیں۔
 (شدوات الذهب ج ۱ ص ۲)

لہذا اثری صاحب کا ان کے بعض مسائل میں مجتہد ہونے کی حیثیت ہے اور اہل علم سے
 اختلاف کو اگر اہل علم کی تقلید کے منافی تصور کرنا صحیح نہیں ہے۔

امام نووی کا امام حسن بصری کے قول پر فتویٰ دینا | راجع اثری صاحب

کا فرمان کہ امام نووی نے شرح مہذب میں اس مسئلہ میں جہیں شوافع سے کوئی نص
 نہ تھی امام حسن بصری کے قول پر فتویٰ دیا (احادی للفتاویٰ للسیوطی ج ۱ ص ۲۲) تو یہ
 ہمارے خلاف نہیں جاتا کیونکہ یہ اثری صاحب کے خلاف جانتا ہے۔ کیونکہ ہمیں دوسرے
 امام کے مذہب پر فتویٰ دینے کو اپنے مذہب میں نص نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے
 افسوس کہ محترم اثری صاحب اسے نقل کرتے ہوئے استدراجی نہیں سمجھ سکے حالانکہ
 خود لکھا ہے "جبکہ کوئی نقل فقہار شافعیہ میں نہیں تھی" (الاعتقاد ص ۱۵)

شیخ اکبر کا مجتہدین کی تقلید کو حرام ٹھہرانے کا جواب

اس کے بعد اثری صاحب نے شیخ اکبر محمد بن الدین بن عربی کے درج ذیل دو
 شعر لکھے ہیں۔

لقد حرم الرحمن تقلید مائتک * واحمد والنعمان والکل فاعذروا
 لست ممن يقول قال ابن حزم * لا ولا احمد ولا النعمان
 (ترجمہ) بے شک رحمن نے امام مائتک امام احمد امام النعمان کی تقلید کو حرام

فرمائی تھیں کہ معذور رکھو، میں ان میں سے نہیں ہوں جو کہتے ہیں ابن حزم نے
 کہا اور نہ ان میں سے جو کہتے ہیں امام احمد بن حنبل نے کہا اور نہ ان میں
 سے جو کہتے ہیں کہ امام نعمان بن ثابت نے کہا۔

اثری صاحب کی ایک اور مہربانی | راجع اثری صاحب نے ہم پر تنقید فرمائی میں بہت

سی مہربانیاں فرمائی ہیں جنہیں بددیانتیاں اور تائین کو دھوکا دہی سے تعبیر کیا جاتا تو بجا ہوگا۔

جانبی شیخ اکبر کے بارے میں امام عطاء الدین حنبلی صاحب شذرات کا یہ قول کا ویرہ
 دانستہ اور تائین کو دھوکا دینے کے لئے چھڑ گئے چنانچہ امام عطاء الدین فرماتے ہیں مجتہد مطلق

کو کان مجتہدا مطلقا بلا مرہب قال فی رائتہ سے

لقد حرم الرحمن النسخ یعنی نسخ نے مجھ پر ائمہ اربعہ کی تقلید حرام قرار دی۔
 وقال ایضا فی نوہیتہ

لست ممن يقول قال ابن حزم الغر کہ میں ان میں سے نہیں ہوں جو کہتے ہیں کہ
 ابن حزم نے کہا النسخ

اس کے بعد امام عطاء الدین فرماتے ہیں کہ

فہذا صریح بالاجتہاد المطلق پس ان کے راہ اشارہ و اقوال ان کے مجتہد
 مطلق ہونے کی صریح گواہی دے رہے

کیف لا وقد قال حضرت میں اور مجتہد مطلق کیوں کرتے ہوں حالانکہ
 احادیثہ صلی اللہ علیہ وسلم

جسمہا علیہ فکان يقول جمیعہا علیہ عن احادیث صحت من
 انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی تمام حدیثیں آپ کی خدمت میں نقل کیں تو حضور نے
 چھ حدیثوں کے بارے میں جو فضیلت اعتبار

واما المرءین مجتہدا فلیس

اللہ مجتہد۔

سے صحیح تھیں فرماتے تھے میں نے یہ نہیں فرمایا اور

بعض حدیثوں کے بارے میں جعفری اعتباراً

سے ضعیف تھیں یہ میں نے فرمائی ہیں اور

جب شیخ ابوسعید خدری نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں

کوئی بھی مجتہد نہیں ہے۔

(شذرات الذهب ج ۵ ص ۲)

ثابت ہوا کہ شیخ ابوسعید مطلق کے درجہ پر فائز تھے اور مجتہد مطلق کسی دوسرے

مجتہد کا مقلد نہیں ہوتا وہ براہ راست قرآن و سنت سے احکام اخذ کرتا ہے۔ اس لئے

امام محمد بن حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجتہدین کی تقلید حرام ہے۔

انہوں نے مطلقاً تقلید کو حرام نہیں فرمایا، آپ نے ان کے اشارے سے منطوقی

ہے یا دیرہ دستہ ان کا مفہوم منطوب بیان کیا کہ وہ مطلقاً تقلید کو حرام ٹھہراتے ہیں۔

انہوں نے تو اپنے بارے میں فرمایا کہ میں کسی کا مقلد نہیں ہوں یعنی مجتہد مطلق ہوں اور میرا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست رابطہ ہے۔

جبکہ آپ کے عقیدے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردہ ہیں اور میں ان کے چکے

ہیں (سماذ اللہ) جیسا کہ آپ کے امام انجیل دہوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا۔ آپ نے

شیخ ابوسعید کا وہ کلام تو شذرات سے نقل کر دیا جس سے اپنا خود ساختہ

مطلب نکالا اگر شذرات میں ساتھ ہی شیخ ابوسعید کا یہ فرمان چھوڑ دیا کہ انہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام حدیثیں پیش کیں اور ان کے بارے میں تصریح

مائل کی یہ بات آپ کے خود ساختہ عقیدے کے خلاف جاتی تھیں اس لئے آپ

اسکو چھوڑ گئے شاید آپ کے ہاں دیانت و امانت اسکا نام ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

خدا تعالیٰ سے خوف کیجئے تقلید ائمہ کے خلاف اگر آپ کے پاس کوئی منقول

دلیل نہیں ہے تو جھوٹ اور بددیانتی سے تو اپنے خود ساختہ مذہب کو سہارا دیجئے

دنیا میں تو آپ سادہ لوح حضرات کو مخالفہ میں ڈال لیں گے مگر روزِ محشر بارگاہِ

خلاق و مالک میں تو آپ دھوکا دہی اور چالاک کا مظاہر نہیں کر سکیں گے۔ لہذا آج رقعہ

ہے تو یہ کیجئے اور براہ راست پر آئیے اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے۔

(آئینت)

تسلیم حق

اسجد جناب اثری صاحب نے یہ بات تو تسلیم کر لی کہ حدیث کا

مجتہدین کا کام ہے علماء کا کام نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”بلاشبہ حدیثوں کو سمجھنا ”مجتہدین“ کا کام ہے علی الاطلاق مگر مجتہدین کی تخصیص

ائمہ اربعہ سے کیوں ہے؟ ائمہ اربعہ سے پہلے بھی مجتہد ہوئے خود ان کے دور میں بھی

اور ان کے بعد بھی مجتہد ہوئے جیسا کہ ابھی ہم عرض کر آئے ہیں۔“

اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے بعد ان جیسا مجتہد پیدا

نہیں ہوا اور ان کے فقہ کے علاوہ کسی اور امام مجتہد فقہ اصول و فروع کے ساتھ نہ

توانت میں معروف ہوئی اور نہ ہی اس طرح اس ثقافت و توفیق کے ساتھ کسی

دوسرے امام کا فقہی مذہب موجود ہے جس طرح ائمہ اربعہ کا اور نہ ہی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور امام کے مقلدین دیکھنے میں آتے ہیں جسکی تفصیل مع دلائل

ماہ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں ہم عرض کر چکے ہیں۔

امام محمد کا امام ابوحنیفہ سے اختلاف اس بعد اثری صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت امام ابوحنیفہ سے مسئلہ وقف کے بارے میں خود ان کے تلامذہ نے ان سے اختلاف کیا یہاں تک کہ امام محمد بن حسن شیبانی سے علامہ سرخسی نقل کرتے ہیں کہ ”امام محمد نے انتخاب میں امام ابوحنیفہ کے قول کو بڑا بعید جانا ہے اور اسکو بلا دلیل سینہ زوری کا نام دیا ہے“ یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ”اگر تقلید جائز ہوتی تو جو حضرات امام ابوحنیفہ سے پہلے گذرے ہیں مثلاً امام حسن بصری اور امام ابوہریرہ وغیرہ کی زیادہ تعداد میں کہ ان کی تقلید کی جائے“

(ترجمہ از موسط ج ۱۲ ص ۲۵)

اس کے بعد محترم اثری صاحب فرماتے ہیں
”مقام خود ہے کہ امام محمد اپنے استاد امام ابوحنیفہ کی تقلید کے جواز کے قائل بھی نہیں مگر آج کے انہی کے نام پر تقلید کا موجب ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔“

(الاعتصام ۵ جنوری ۱۹۹۳ء صفحہ ۱۵)

جناب اثری صاحب نے امام سرخسی کی عبارت کے معنی مذکور سے یہ تاثر دینے کی کوشش فرمائی ہے کہ جب امام صاحب کے اپنے شاگرد امام محمد نے حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا لیکن ان کو سینہ زوری کرنے والا قرار دیا اور ان کی تقلید کو ناجائز ٹھہرایا تو گویا دوسروں خصوصاً آج کے زمانہ کے ائمہ دین حضرت کو یہ حق بخیر حاصل نہیں کہ وہ امام ابوحنیفہ سے اختلاف کریں۔ اور ان کو سینہ زوری کا مرتکب اور ناقابل تقلید ٹھہرائیں۔

لیکن جناب اثری صاحب اس حقیقت کو دیدہ و دانستہ نظر انداز فرما گئے ہیں یا محض گھڑے ہیں کہ امام محمد امام ابوہریرہ و غیرہ جو امام صاحب کے شاگردانِ شریعہ

تھے وہ امام صاحب کے شاگرد ہونے کے باوجود خود بھی مجتہد تھے لیکن مجتہد فی المذہب ہے ”اصولوں میں امام صاحب کے تابع تھے اور ان اصولوں سے مسائل کے استنباط و استخراج میں مجتہد تھے اور اسی اجتہاد کی بنیاد پر استاد محترم سے اختلاف بھی کرنا پڑتا تھا چونکہ وہ فروعیات میں مجتہد تھے اس لئے وہ امام صاحب سے نہ صرف اختلاف کرتے تھے بلکہ بعض اوقات ان میں زبردست بحث و مباحثہ کی صورت پیدا ہو جاتی تھی اور خود امام صاحب ان کو اختلاف کرنے کا حق دیتے بلکہ کشادہ دلی سے اسکی اجازت دیتے تھے۔ دراصل یہ امام صاحب کی طرف سے ان کی تربیت ہی کا ایک حصہ تھا یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کو قبول فرما کر اپنی رائے چھوڑ دیتے تھے۔ اور بعض اوقات صاحبین بھی مزید سوچ و بچار کے بعد امام صاحب کی سابق رائے کی طرف پلٹ جاتے اس طرح صاحبین امام ابوہریرہ و امام محمد کا نزد ان کے استاد محترم امام ابوحنیفہ کا ہی قول سابق قرار پا لکھے چنانچہ امام علامہ محدث محی الدین ابو محمد عبد القادر ابن ابی الوفا محمد بن محمد بن نصر اللہ کھنفری مصری متوفی ۷۵۷ھ کی کتاب ”الجواہر المصنیۃ“ کے ذیل میں حضرت علامہ علی بن سلطان المکی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

عن ابی یوسف کل قول ابی ابیوسف نے فرمایا ہم نے جو بات قلناہ لم نقل بہ من عندنا کہی وہ ہم نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ انما کان قولاً قالہ اولائکم وہ امام اعظم ابوحنیفہ ہی کی بات تھی جو اپنے ترقہ فقلاً بہ۔

(ذیل الجواہر المصنیۃ ج ۲ ص ۵۵) تو ہم نے دہرایا کہہ دی۔

امام ابوہریرہ علیہ الرحمۃ بہ صیغہ صح فرما رہے ہیں۔ قلنا ”ہم سب نے یعنی امام صاحب کے تمام شاگردوں میں سے اگر کہیں امام صاحب سے اختلاف کیا ہے تو وہ

اختلاف بعض ظاہر کے اعتبار سے ہے۔ درحقیقت اختلاف نہیں ہے کیونکہ ہم نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہی بلکہ ہم نے جو بات بھی کہی ہے۔ (اختلاف کی صورت میں) وہ امام جس کا ہی پہلا قول تھا ہے جو آپ نے پہلے فرما کر اس سے رجوع فرمایا لیکن ہمیں وہ بات مقول نظر آتی ہے اسی پر قائم رہے۔ لہذا ہماری کوئی اپنی بات نہیں ہے۔ وہ دراصل امام صاحب ہی کی بات ہے۔ گویا دونوں قول انہیں کے ہیں۔

علامہ امام ابن عابدین شامی رد المحتار میں "بحاوی القدسی" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "بحاوی القدسی" کے آخر میں ہے :

"وَإِذَا اخْتَلَفَ الْقَوْلُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ يَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّهُ يَكُونُ بِهِ اخْتِذَا الْقَوْلِ الْإِخْفِيفَةِ، فَاتَّهِمَ رَوَى عَنْ جَمِيعِ أَصْحَابِهِ مِنَ الْكِبَارِ كَأَبِي يُوسُفَ وَحَمْدٍ وَزُفَرٍ وَالْحَسَنِ أَنَّهُمْ قَالُوا مَا قُلْنَا فِي مَسْئَلَةِ قَوْلِ الْأَوْهَوِ رَوَيْتَنَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَاقْتَمَوْا عَلَيْهِ إِيْمَانًا غَلَاظًا فَلَمْ يَتَحَقَّقْ إِذَا فِ الْفَقْهِ جَوَابٌ وَلَا مَذْهَبٌ إِلَّا لَهُ كَيْفَ مَا كَانَ وَمَا نَسِبَ إِلَى غَيْرِهِ إِلَّا بِطَرَفٍ الْمَجَانِرِ لِلْمَوَاقِفَةِ - (مرآة الختار ج ۱ ص ۱۷۸)

یعنی چونکہ ان کی رائے امام صاحب کی رائے کے موافق ہے اسی لئے وہ رائے دراصل امام کی رائے ہونے کے باوجود ان کے شاگردوں کی طرف مجازی طور پر منسوب ہوتی ہے اور حقیقت میں وہ امام صاحب کا ہی ایک قول ہے۔

امام صاحب کا مذہب حدیث صحیح ہے | رہا یہ سوال کہ امام صاحب نے

جب ایک قول سے رجوع کر لیا تو وہ امام صاحب کا قول کیسے رہا؟ یا وہ ان کا مذہب کیسے قرار پاتا۔ کیونکہ بھلائی کی قضاء میں ہے کہ جس قول سے امام صاحب نے رجوع کر لیا وہ ان کا قول نہیں رہا اور یہ کہ مجتہد جس قول سے رجوع کر لے لے لیتا اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ لہذا ان کے تلامذہ نے جب ان کے کسی ایسے قول کو لے لیا جس سے امام نے رجوع کیا تو وہ ان کے تلامذہ کا ہی مذہب ٹھہرا نہ کہ امام کا، لہذا یہ سمجھنا کہ وہ بھی امام کا ہی مذہب کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام صاحب نے اپنے شاگردوں کو اس بات کی اجازت دیدی کہ وہ ان کے اقوال میں سے کسی بھی قول کو چکی سند انہیں سنت سے لے لیں اور فرمایا "اذا صحح الحديث فهو مذهبي" کہ جب حدیث صحیح قرار پائے پس وہی میرا مذہب ہے؟

پس امام صاحب کے اس فرمان کے مطابق اگر آپ کسی بھی شاگرد کو آپ کے رجوع کردہ قول کے حق میں حدیث صحیح ملتی ہے اور وہ اسی کو اختیار کرتا ہے تو وہ دراصل امام صاحب کے ہی مذہب کو اختیار کرتا ہے لہذا اگرچہ وہ بظاہر امام صاحب کی رائے سے مختلف رائے رکھتا ہے مگر اس کی رائے چونکہ حدیث صحیح سے مؤید ہے لہذا وہی امام صاحب کا مذہب ہے لہذا وہ دراصل امام صاحب کے مذہب پر ہی چل رہا ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ

اذا صح الحديث وكان
على خلاف المذهب عمل
بالحديث ويكون ذلك مذهبه
ولا يخرج مقلده عن كون
حنفياً بل يعمل به ولا يخفى
ان ذلك لمن كان اهلاً
للنظر في النصوص ومعرفة
حكمها من منسوخها فاذا نظر
اهل المذهب في الدليل
وعملوا به صح نسبه الى
المذهب لكونه صاحباً
صاحب المذهب اذ لا شك
انه لو علم ضعف دليله
راجع عنه واتبع الدليل
الاقوى۔

(رحمہ الخانداج ۱ ص ۶۷)

سے صادر ہوا کیونکہ ہمیں شک نہیں کہ اگر امام صاحب اپنی دلیل کی کمزوری جان لیتے تو اپنی رائے سے رجوع کرتے اور زیادہ قوی دلیل (حدیث صحیح) پر عمل کرتے۔

استخراج مسائل

(۱) ایک یہ کہ اگر ایسے عالم دین کو جسے کتاب سنت پر عبور ہے اور وہ ناسخ و منسوخ کو

پہچانتا ہے، کراہت ہے کہ اگر امام ائمہ ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے کسی قول کی قوی دلیل نہ ملے کیونکہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو اسے امام صاحب کے اس قول کے مقابل حدیث صحیح پر عمل کرنا چاہیے۔

(۲) دوسرا یہ کہ حدیث صحیح پر عمل کرنے سے وہ حنفی ہونے (حنفیت) سے خارج نہ ہوگا خواہ وہ حدیث صحیح امام صاحب کے قول کے خلاف ہو۔

(۳) تیسرا یہ کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ کا مذہب حدیث صحیح ہے۔ اس لئے حنفی حضرت دامل الحدیث (حدیث صحیح پر عمل کو نواٹے) ہیں۔

چوتھا یہ کہ یہ جو غلطی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے مقابل میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے ہیں، ان پر مصریح بہتان اور کھلا افتراء ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قائل تھے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مذہب ادب فرماتے ہیں کہ اپنے متقدمین کو ہمیشہ کے لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ میرا مذہب حدیث صحیح ہے لہذا جب ہمیں کوئی حدیث صحیح پہنچے تو اسی کو میرا مذہب یقین کرنا اور اس کے خلاف کوئی قول یا رائے میری طرف منسوب نہ ہو اور اس کی تائید کتاب سنت صحیحہ سے نہ ہوتی ہو تو وہ میرا مذہب ہوگا اسے ترک کر دینا اور اس کے مقابل میں حدیث صحیح پر عمل کرنا۔

(۵) پانچواں یہ کہ امام صاحب کی طرف منسوب قول کے مقابل میں حدیث صحیح پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کے علم میں قطعی اور یقینی طور پر یہ بات ہو کہ امام صاحب کے اس قول کی تائید میں قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں اور یہ کہ یہ فلاں حدیث صحیح کے خلاف ہے اس کے بعد اسے یہ یقین کرتا چلیے کہ امام صاحب کا مذہب بھی وہی حدیث صحیح ہے جیسا کہ آپ نے خود واضح فرما دیا بلکہ ائمہ اربعہ کا یہی فرمان ہے کہ اگر ان کے کسی قول کے مقابل

میں حدیث صحیح ہو تو ان کے پیروکار حدیث صحیح پر عمل کریں اور ان کے قول کو چھوڑ دیے۔
(رد المحتار ج ۱ ص ۶۸)

امام محمد کا امام ابو حنیفہ کی تقلید سے انکار | عزم اثری صاحب نے یہ برکھا ہے کہ

”مقام خور ہے کہ امام محمد اپنے استاد امام ابو حنیفہ کی تقلید کے جواز کے قائل بھی نہیں مگر آج انہی کے نام لیوا تقلید کا وجوب ثابت کرنے پر اصرار رکھتے بیٹھے ہیں؟ (الاعظام ۵ اجزوی ص ۳۳۷ ص ۳۴۰)

اس سے عزم اثری صاحب مبسوط میں مذکور امام محمد کے قول کی بنیاد پر مطلق تقلید کا انکار ثابت کر رہے ہیں حالانکہ اس میں امام صاحب کی مطلق تقلید کا انکار نہیں ہے۔ ہم امام محمد کا قول من وعن نقل کر کے اس کا ترجمہ عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ امام محمد کی جس عبارت سے تقلید کا انکار سمجھا جا رہا ہے اس کے برعکس اس کی تقلید ہی کا ثبوت مل رہا ہے۔

اثری صاحب کی ایک اودیانت داری | ادر عجیب بات

یہ ہے کہ جناب اثری صاحب نے امام محمد کی عبارت کا وہ حصہ ترک کر دیا جس سے ان کے خلاف تقلید کا ثبوت ملتا تھا۔ یہ جناب اثری صاحب کی ایک اودیانت داری قرار پاتی ہے۔ کہ جس عبارت سے ان کو یہ ظاہر فائدہ پہنچا نظر آتا ہے وہ تو نقل فرمادی اور جس عبارت سے ان کے مسلک پر ضرب پڑتی تھی اسے چھوڑ دیا۔ ملاحظہ ہو۔

”فقال ما اخذ الناس بقول
ابن حنیفہ واصحابه الا
ان کے شاگردوں کے قول کو اس لئے

بیتوكمهم التَّحَكُّمَ عَلَى النَّاسِ
فَاِذَا كَانُوا هُمُ الَّذِيْنَ
يَتَحَكَّمُونَ عَلَى النَّاسِ بغيرِ اثر
وَلَا قِيَاسَ لِمَ يَقْلُدُوا هَذِهِ
الاشياءَ وَلَوْ جازَ التَّقْلِيدُ
كَانَ مِنْ مَضَى مِنْ قَبْلِ ابْنِ
حَنِيفَةَ مِثْلَ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ
وَابِرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ
اَحَرَى اَنْ يَقْلُدُوا
(المبسوط ج ۱۲ ص ۳۴)

نے لیا کہ ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں نے لوگوں پر محض اپنی رائے سے فیصلہ توہینے کو ترک کر دیا، پس جب وہی (ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد) کسی حدیث و قیاس کے بغیر ان پر محض اپنی رائے سے تسلط کریں تو ان باتوں میں لوگ ان کی تقلید نہیں کریں گے اور اگر سنت و قیاس کے بغیر کسی کی تقلید جائز ہوتی تو امام حسن بصری و امام ابراہیم نخعی رحمہما اللہ ایسے فقہاء جو ابو حنیفہ سے پہلے گذرے تقلید کئے جانے کے زیادہ لائق تھے

توجہ طلب باتیں | یہاں کچھ توجہ طلب باتیں ہیں۔ قارئین عرض فرمائیں کہ امام محمد علیہ السلام جو باتیں فرما رہے ہیں ان میں سے

(۱) ایک تو یہ بات ہے کہ لوگ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی تقلید کرتے ہیں۔
(۲) دوسری یہ کہ لوگوں کو امام صاحب اور آپ کے شاگردوں پر اعتقاد ہے کہ امام صاحب اور ان کے شاگرد محض اپنی رائے سے کوئی بات نہیں تھوپتے بلکہ حدیث یا حدیث نہ ہونے کی صورت میں قیاس شرعی کی بنا پر حکم شرعی بتاتے ہیں اسی لئے لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ یہ امام محمد علیہ الرحمۃ کی طرف سے تقلید کا ثبوت مل رہا ہے لیکن افسوس کہ جناب اثری صاحب نے حسب عادت شرائع امام محمد علیہ الرحمۃ کے مندرجہ بالا عبارت چھوڑ رکھے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ”اگر امام صاحب اور ان کے

شاگرد کسی حدیث اور قیاس شرعی کے بغیر محض اپنی رائے سے لوگوں کو مسائل بتائیں گے تو لوگ ان مسائل میں ان کی تقلید نہیں کریں گے یہ قارئین غور فرمائیں کہ امام محمد علیہ الرحمۃ اس میں مبرا امام اعظم کے ہاں نہیں بلکہ امام صاحب کے ساتھ ان کے شاگردوں جنہیں وہ خود بھی شامل ہیں کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔

امام محمد کی ندامت | جناب اثری صاحب نے حبیہ عادت شریعیہ ایک اور دنیائی کا بھی مظاہرہ فرمایا کہ مبسوط کی ایک اور عبارت جو اس تمام بحث کی جان ہے، کو چھوڑ دیا، اپنے مطلب کی عبارت سے لے لیا اور اپنے مطلب کے خلاف عبارت کو ترک فرما دیا۔ امام شمس المائیدہ شریعیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ

وَلَمْ يَجِدْ عَلَى مَا قَالَ وَقِيلَ
جَسِبَ ذَلَالٌ انْفِطَعَ خَاطِرُهُ
فَلَمْ يَتِمَّكَنْ مِنْ تَفْرِيعِ مَسْأَلِ
الْوَقْفِ الْخ
(المبسوط ج ۲ ص ۱۲)

بات کے کہنے سے امام محمد پریشان ہوئے کہ اس پریشانی کی وجہ سے وہ وقف کے مسائل کی بحث بھی مکمل نہ کر سکے؟ واضح ہوا کہ امام محمد نے جو بات کہی تھی جسے اثری صاحب نے لیکر اس سے امام محمد کی طرف سے امام بخاریہ کی تقلید کا انکار ثابت کرنے کی ناکام کاوش فرمائی اسے اب امام محمد کی طرف منسوب کرنا غلط بات ہے کیونکہ اس پر امام محمد کی تحسین نہ کی گئی اور خود امام محمد کا دل بھی ٹوٹ گیا۔ اور اس قدر نام و پیمان ہو گئے کہ آگے وقف کے احکام و مسائل بھی پوری عمر ان سے نہ لکھے گئے جیسا کہ بعد میں ان کے شاگردوں نے مکمل کیا۔

محترم اثری صاحب دیکھتے ہیں۔

اعتراف | مفتی صاحب نے اپنے سادہ لوح مستفی کو تسلی دینے کے لئے پچیس حدیثیں پیش کی ہیں یہ حضرات محدثین رحمہم اللہ کی اصطلاح کے مطابق تو درست لیکن کیا یہ شمار وقفا حضرات فقہاء کرام کے ہاں بھی پایا جاتا ہے؟ اور وہ فقہی مسائل میں استدلال استنباط کے لئے اسی قسم کے شمار کو گنتی کے اعتبار سے اتنی ہی دلیلیں قرار دیا کرتے ہیں؟ (کَلَامُكُمْ كَلَامٌ)

(ہفت روزہ الاعتقاد ماہِ حجب ص ۱۳)

الحمد للہ محترم اثری صاحب نے یہ تو تسلیم کر لیا ہے کہ محدثین کے ہاوردہ کے مطابق رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں پچیس حدیثیں موجود ہیں لیکن ان کے بقول فقہاء کے نزدیک ان حدیثوں کی تعداد اس قدر نہیں۔ ہم جناب اثری صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ جناب تو اپنے آپ کو ائمہ اربعہ (محدثین) کے زمرہ میں شمار فرماتے ہیں اس لئے آپ پر تو پچیس حدیثیں جتنی قائم ہو چکیں۔ اور چونکہ آپ فقہاء کے مسلک کو حجت ہی نہیں مانتے بلکہ ان پر تنقیدیں فرماتے، انہیں غلط وار ٹھہراتے اور عوام کو ان کے پیچھے چلنے سے منع فرماتے ہیں اس لئے آپ کا ائمہ اربعہ ہونے کی وجہ سے ان حدیثوں کو پچیس مان لینا ہی ہمارے لئے کافی ہے خواہ فقہاء کرام نے ہر طرف اسناد کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان حدیثوں کی تعداد کم قرار دیں اس سے ہمارے موقف کو نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ یہ بات تو جناب والا تسلیم فرمائیں گے کہ فقہاء کے نزدیک تو کسی مسئلہ کے ثبوت کے لئے ایک حدیث صحیح بھی کافی ہوتی ہے جبکہ زیر بحث مسئلہ میں ہمارے پاس پانچ مرفوع حدیثیں خود جناب والا بھی تسلیم فرما رہے ہیں۔

لہذا جناب والا کا یہ احمقہ اض بھی درست قرار نہیں پاتا۔

آثار صحابہ تابعین بھی احادیث ہی ہیں | اس بعد اثری صاحب فرماتے ہیں

”منفی صاحب نے مرفوع کل چار پانچ حدیثیں پیش کیں باقی سب آثار میں کچھ تھوڑے صحابہ کرام کے اور کچھ تابعین حضرات کے لغوی اعتبار سے آثار کو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر عرف شرع میں حدیث اسی کو کہتے ہیں جس کا انتساب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”المراد بالحدیث فی عرف الشرع ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ غور فرمائیے نمبر ٹبھانے کے لئے جناب منفی صاحب نے کتنی چالیں چلیں؟“ (ص ۲۳)

اثری صاحب کا مغالطہ | جناب اثری صاحب نے تدریب الراوی سے جواب

ابن حجر مستطانی کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں بھی محرم کو مغالطہ لگا ہے یا محرم نے دیدہ و نشہ قارئین کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش فرمائی ہے کیونکہ محرم نے آگے کی عبارت نقل نہیں فرمائی۔ دیانت کا تقاضا تھا کہ محرم تدریب الراوی کی پوری عبارت نقل فرما لیکن اپنے مطلب کے لئے نامکمل عبارت دے کر اس کا ترجمہ کر ڈالا۔ آئیے ہم قارئین کی خدمت میں تدریب الراوی کی پوری عبارت پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین پر محرم اثری صاحب کا مغالطہ کھل جائے۔ ملاحظہ ہو معاذ اللہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ رحمہم اللہ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں کہ

واما الحدیث فاصولہ ضد حدیث واصل قدیم کی ضد ہے اور اصول القدیمر وقد استعمل فی استعمال تھوڑی یا زیادہ خبر میں کیا گیا ہے قلیل الخبر وکثیرہ لاسنہ کیونکہ وہ تھوڑی تھوڑی کر کے ظاہر ہوتی ہے

یحدث شیئا فشیئا وقال شیخ الاسلام ابن حجر فی شرح البخاری المراد بالحدیث فی عرف الشرع ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکاتبہ اسریدہ بہ مقابله القرآن لانه قدیم وقال الطیبی الحدیث اعرف من ان یکون قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلمہم وتقریرہم (تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۷)

اور شیخ الاسلام ابن حجر نے بخاری کی شرح میں فرمایا کہ شریعت کے عرف میں حدیث سے مراد وہ قول ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو گویا شیخ الاسلام کی مراد یہ ہے کہ شریعت میں حدیث اسے کہیں گے جو قرآن کے مقابلہ میں ہو کیونکہ قرآن قدیم ہے اور امام طیبی نے فرمایا کہ حدیث عام ہے خواہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و فضل و تقریر ہو یا صحابی کا یا تابعی کا۔

واضحات

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں:

- (۱) ایک یہ کہ حدیث لغوی معنوں میں قدیم کی ضد ہے۔
- (۲) دوم یہ کہ اس کا استعمال خبر میں بھی ہوتا ہے خواہ خبر تھوڑی ہو یا زیادہ کیونکہ خبر تھوڑی تھوڑی کر کے ظاہر ہوتی ہے۔
- (۳) سوم یہ کہ عرف شریعت میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب قول یا نقل یا تقریر کو کہتے ہیں۔
- (۴) چہارم یہ کہ امام صاحب نے لفظ ”منسوب“ بول کر حدیث کو عام کر دیا کہ خواہ اس کی

نسبت براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو یا بواسطہ صحابی ہو یا بہ واسطہ تابعی۔

(۵) پانچواں یہ کہ انہوں نے اسی عموم کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں نہیں فرمایا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کو کہتے ہیں۔ اگر وہ اس طرح فرماتے تو پھر محترم اثری صحابہ کی بات نبی لیکن شیخ الاسلام نے لفظ "منسوب" استعمال فرمایا اور ظاہر ہے کہ صحابی و تابعی احکام میں جو کچھ فرمائیں گے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہوں گی۔ لہذا لفظ "منسوب" میں جو نکتہ ہے محترم اثری صحابہ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

(۶) چھٹا یہ کہ شیخ الاسلام کا "ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم" فرمانا اس مقصد کے لئے نہیں کہ آپ اس سے قول صحابی و قول تابعی کو حدیث کی تعریف سے نکالنا چاہتے تھے بلکہ اس سے جو ان کی غرض تھی وہ یہ تھی کہ وہ حدیث کی تعریف سے کلام الہی سے احتراز کرنا چاہتے تھے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے یہ الفاظ ہماری بات کی تائید کرتے ہیں "وکانہ اسرید بہ مقابله القرآن لانه قد خیر" کہ حدیث کی تعریف میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جائے گا لفظ استعمال کرنے سے ان کی غرض قرآن سے احتراز ہے نہ کہ قول صحابی و قول تابعی سے۔ لیکن افسوس کہ جناب اثری صحابہ نے شیخ الاسلام کی جو غرض امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب فرمائی اسے نظر انداز فرما کر غلط فہمی میں خود بھی پڑے اور قارئین کو بھی غلطی میں ڈالنے کی کوشش فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس کی تائید میں امام غزالی علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرمایا کہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابی و تابعی کے قول و فعل و تقریر کو کہتے ہیں۔

اثری صحابہ کا دوسرا ملاحظہ | اثری صحابہ کا دوسرا ملاحظہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے آگے کی عبارت جو امام سیوطی نے شیخ الاسلام امام ابن حجر کی شرح نخبہ کے حوالہ سے لکھی ہے نہیں لکھی ملاحظہ ہو۔

وقال الشيخ الاسلام في شرح النخبه الخبير عند علماء الفن مرادف للحديث فيطلقان على الفروع وعلى الموقوف و على المقطوع۔
 شیخ الاسلام نے شرح نخبہ میں فرمایا کہ خبر حدیث کے ماہرین علماء (محدثین) کے نزدیک حدیث کے ہم معنی ہے لہذا خبر اور حدیث کا اطلاق حدیث رسول اللہ و فروع و موقوف و مقطوع (تینوں پر ہوگا)۔

(تدہیب الراوی ج ۱ ص ۱۷۱)

لیجئے، اثری صحابہ کی بات کی تردید خود امام ابن حجر کے فرمان سے ہو گئی کہ خبر اور حدیث ہم معنی ہیں اور خبر حدیث، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھی کہیں گے۔

صحابی کے فرمان کو بھی اور تابعی کے فرمان و تینوں کے قول و فعل و تقریر کو حدیث کہیں گے۔

اثری صحابہ ایسے فاضل اہل علم سے اس قسم کے مبالغوں کا وقوع ان کی شان سے بعید بات ہے اور دیانت کے بھی خلاف۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہم نے جو عدم رفع یدین میں چھپائیں حدیثیں پیش کی ہیں وہ محدثین کے نزدیک بھی چھپائیں ہی شمار ہوں خواہ وہ مرفوع ہوں یا منقول ہوں یا مقطوع۔

نیز علماء الحدیث کے فاضل جناب علامہ امام امیر محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "تصنیف السکر فی نظم نخبۃ الفکر" میں شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کی شرح نخبۃ الفکر کی حیات و انجمن علماء ہذا الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

وفي اصطلاحهم هو ما ضيف الى التبعي صلى الله عليه وسلم من قول او فعل او تقرير او ما اضيف الى الصحابي حديث محدثين في اصطلاح من رسول الله صلى الله عليه وسلم يا صحابي يا تابعي في طرف منسوب قول او فعل او تقرير او ما اضيف الى الصحابي

او المتابعي الخ (ص)

اگر علماء حدیث بھی تسلیم فرما رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر، اسی طرح صحابی یا تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ لہذا محترم اثری صاحب کا صحابہ تابعین رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال و تقریر کو حدیث قرار نہ دینا غلط ٹھہرا۔

نیز شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

اعلم ان الحديث في اصطلاح الجمهور والمحدثين يطلق على قول النبي صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره والى ان قال وكذلك يطلق على قول الصحابي وفعله وتقريره

معلوم ہوا کہ حدیث، جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابی اور تابعی کے قول و فعل و تقریر پر بولی جاتی ہے

وعلى قول المتابعي وفعله و

تقريره الخ

(مقدمۃ المشکوۃ ص ۱۱)

الحمد لله ہمارا موقف ثابت ہو گیا کہ قول صحابی و تابعی اور ان کا فعل و تقریر بھی حدیث ہی ہے لہذا ہمارا یہ دعویٰ برقرار رہا کہ رفع یدین کے خلاف پچیس حدیثیں موجود ہیں اور محترم اثری صاحب کا خیال غلط ٹھہرا۔ اس کے بعد اثری صاحب کا یہ فرمانا بھی اتہام محض اور غلط الزام قرار پاتا ہے کہ "خود فرمایئے نیز بڑھانے کے لئے جناب مفتی صاحب نے کتنی چالیں چلیں ہیں" (الاعلام ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰

[illegible]

وہ سے دعا ہے کہ اے اللہ! اس شخص کو جو تیرے لئے دعا کر رہا ہے اسے اپنی رحمت سے نوازا جائے۔ آمین

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب دہلی (۱۰۲۰ھ) "ان القضاۃ مشہورہ" نقل کر کے مندرجہ ذیل
 ۱۰۲۰ھ میں سرسید صاحب دہلی نے "ان القضاۃ مشہورہ" میں
 ۱۰۲۰ھ میں سرسید صاحب دہلی نے "ان القضاۃ مشہورہ" میں
 ۱۰۲۰ھ میں سرسید صاحب دہلی نے "ان القضاۃ مشہورہ" میں

[illegible]

سوال کجاوٹ

اثری حجت نے راقم سے سوال کیا ہے کہ مناظرہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اختلاف راجح و مرجوح کی حد تک ہے ناسخ و منسوخ کا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ امام صاحب سے کوئی ایسی روایت نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع یدین منسوخ ہے لہذا اسے ناسخ و منسوخ کا مسئلہ سمجھا امام صاحب کے موقف سے آگے بڑھنا ہے اگر امام صاحب نے اسے منسوخ قرار دیا ہو تو اس کا ثبوت دیں۔

(لفظاً ۱۱۰ الاعتقاد ۲۲ جنوری ۱۹۹۳ء ص ۱۲)

جو ابروض ہے کہ امام صاحب بہر ضرورت زیر بحث رفع یدین کو صحیح نہیں سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت نہیں تھی چنانچہ امام اور اعلیٰ اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے درمیان جب گفتگو ہوئی ہے ایک مشہور واقعہ کے طور پر حدیثین و فقہار نے تسلیم اور اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے، تو امام اور اعلیٰ نے ان سے سوال کیا کہ تم رکوع کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہر ۹ امام صاحب نے فرمایا:

لاجل اذہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیء۔
اس لئے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت سے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات صحیح طریقہ سے ثابت نہیں ہے۔

گویا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اسے صحیح طریقہ سے ثابت ہی نہیں مانتے اور یہ بات

ظاہر ہے جن روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے اور ان کی سندیں بھی صحیح ہیں انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ان کی تاویل ہی کی جائیگی اور تاویل رہی ہے جو ہم اپنے

آغاز مضمون میں لکھ چکے ہیں کہ یہ عمل منسوخ قرار پایا۔ اس سلسلے میں امام طحاوی کا حوالہ پیش کیا تھا جو مذہب امام اعظم کے عظیم شان ترمحان اور مجتہد ذی شان میں وہ فرماتے ہیں کہ

فہذا ابن عمر قد رأى النبي صلى الله عليه وسلم يرفع ثم قد تركه هو والمرفع بعد النبي صلى الله عليه وسلم فلا يكون ذلك الا وقد ثبت عنده نسخ ما رآى النبي صلى الله عليه وسلم وقامت الحجة عليه۔
پس یہ ابن عمر بن رضی اللہ عنہما، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رفع یدین چھوڑ دیا تو یہ نہیں ہو سکتا مگر اس طرح کہ ان کے نزدیک اس چیز کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اور اس نسخ سے ان پر حجت قائم ہو چکی۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۸)
محرمی اثری صاحب کے لئے استفادہ ہی کافی ہو گا کہ امام اعظم کے مذہب کے ترمحان امام طحاوی اسکی منوخت ثابت کر رہے ہیں اور کسی کے مذہب کے ترمحان کی رائے سے ہی ہو گی جب کہ اسکے خلاف کوئی دوسری رائے منقول نہ ہو اس کے بعد آپ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک راجح و مرجوح اولیٰ اور غیر اولیٰ کی حد تک ہی اس مسئلہ کی نوعیت ہے تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ بلکہ امام طحاوی کی مذکورہ حدیث نے ہمارے موقف کے حق ہونے پر ہر تصدیق ثبت فرمادی کہ امام صاحب کے نزدیک زیر بحث رفع یدین کامل منسوخ ہے۔

رفع یدین کی سنوخی کی قرآن سے دلیل | اگدشتہ صفحات میں ہم نے اگرچہ اہم صاحب کے موقف کی وضاحت اہم طحاوی کے حوالہ سے پیش کی تھی کہ رفع یدین عمل سنوخی ہے اور یہ صرف راجح و مرجوح کی بات نہیں ہے۔

ہمارے بعض حقیقین تو تکبیر اولیٰ (تکبیر افتتاح) کے سوا انتقالات رکوع میں جانے، رکوع سے سر اٹھانے اور سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے سر اٹھانے اور دوسری رکعت کے شروع میں ان تمام مواقع میں رفع یدین کی سنوخی کو قرآن کی متعدد آیات سے ثابت کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱۔ اَلَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ
کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جنہیں کہا گیا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

(سورۃ النساء آیت ۷۷)

اس آیت میں چونکہ ہاتھوں کو روکنے کے حکم کو اقامت صلوٰۃ (نماز کو قائم رکھنے) کے حکم کے ساتھ ساتھ واؤ عطف کے ذریعے جمع کر کے بیان کیا گیا ہے۔

اس سے اشارہ سمجھا جاتا ہے کہ ہاتھوں کو روکو اور نماز کو صحیح شروع و ختم اور سکون کے ساتھ ادا کرو۔ یعنی نماز میں بار بار ہاتھ نہ اٹھاؤ کیونکہ یہ اقامت نماز میں شروع و ختم اور سکون کے منافی ہے۔ چنانچہ علامہ ابو الحسنات سید عبداللہ بن سید منظر حسین حیدر آبادی زجاجۃ الصبیح میں لکھتے ہیں کہ

قال صاحب الكنز المدفون صاحب الكنز المدفون والفلک المشحون

والفلک المشحون فيه الضلال
على ترك رفع اليدين في الانتقال
نے کہا کہ اس آیت سے انتقالات میں یعنی رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع یدین کے ترک پر دلیل بخڑی گہی ہے۔

(زجاجۃ الصبیح ج ۱ ص ۲۲۸)

یاد رہے کہ یہ صاحب الكنز المدفون والفلک المشحون (کنز المدفون والفلک المشحون) ایک کتاب ہے) امام جلال الدین سیوطی شافعی المذہب ہیں یہ شافعی ہونے اور رفع یدین کے قائل ہونے کے باوجود حنفیہ کی ایک بات نقل فرما گئے کہ اس آیت کو رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع یدین کی ترک کی دلیل قرار دیا گیا ہے یعنی اخاف کے نزدیک یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت کے ذریعے رکوع کے وقت رفع یدین کا عمل ممنوع و منبوہ قرار دیا گیا۔

۲۔ دوسری آیت:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ
الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ
نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً
درمیان والی نماز کی اور اللہ کے حضور

(بقیہ آیت ۳۳۸) ادب سے کھڑے ہو۔

اور نماز میں بار بار رفع یدین کرنا ادب کے منافی ہے۔ لہذا یہ عمل منبوہ

تھیں۔

(۳) تیسری آیت کریمہ

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ أَلَّذِينَ
هَمَزُوا صَلَاتَهُمْ وَخَشَعُوا
بے شک کیا یہ جو گئے ایمان والے جو
اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

اور خشوع کے معنی نماز کے ظاہری آداب بجا کر سکون و اطمینان اور دلجوئی

سے نماز ادا کرنے کے ہیں اور بار بار رفع یدین کرنا اس مطلوبہ ادب و سکون و اطمینان اور دلجمعی کے خلاف ہے لہذا اس آیت سے بھی رفع یدین کے عمل کا منسوخ ہونا ثابت ہوا۔

حدیث قرآن کی تفسیر | اور حدیث قرآن کی تفسیر ہے لہذا صحیح مسلم میں جو حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے تو فرمایا کہ ”کیا بات ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم ہاتھ اُپر اٹھاتے ہو گویا کہ وہ بے چین گھوڑے کے دم ہیں نماز میں سکون اختیار کرو“ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

یہ حدیث جس میں نماز کے اندر رفع یدین کرنے سے منع فرمایا اور سکون اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ان آیات کی تفسیر ہے جن میں اللہ تعالیٰ اگلے حضور ادب سے کھڑا ہونے اور نماز میں خشوع اختیار کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ رباعیوں سے رفع یدین کرنے کی منسوخت و ممانعت کا بیان اور دلائل تو اس سلسلے میں ایک دلیل تو ہم امام بخاری کے حوالہ سے عرض کر چکے کہ اگر رفع یدین منسوخ نہ ہوتا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو پہلے رفع یدین کرتے تھے وہ رفع یدین ترک نہ کرتے جبکہ انہوں نے بعد میں رفع یدین ترک کر دیا تھا اس سے بھی رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہوا۔

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے معجم کبیر میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا تَرْفَعُ الْيَدَيَّ إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ حِينَ يَفْتَحُ الصَّلَاةَ

وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَحِينَ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا وَحِينَ يَقِفُ عَلَى الْمَرْوَةِ وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَجَمْعَ وَالْمَقَامِينَ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۸۵)

اس حدیث شریف میں صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھانے کے سوا نماز میں کہیں اور ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے اور یہی منسوخت ہے۔

یہی امام طبرانی اپنی اسی معجم میں اپنی دوسری سند سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

وَرَفَعَ الْيَدَيَّ إِذَا سَأَلَ الْبَيْتَ وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَحِينَ يَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا وَحِينَ يَقِفُ عَلَى الْمَرْوَةِ وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَجَمْعَ وَالْمَقَامِينَ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۸۵)

اس حدیث میں بھی نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھانے کا فرمایا گیا ہے۔ رکوع میں جاتے اور اٹھتے بھی ہاتھ اٹھانا سنت ہوتا تو آپ نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھانے کے ساتھ رکوع کے وقت رفع یدین کا بھی ذکر فرماتے لیکن آپ نے

نماز کے شروع کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر فرما کر اور رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ارشاد فرما کر واضح فرما دیا کہ نماز میں ایک بار ہی ہاتھ اٹھایا جائیگا پھر نہیں۔ معلوم ہوا کہ رکوع کا رفع یدین متروک و منسوخ کر دیا گیا تھا۔

امام حافظ نور الدین علی بن ابی بکر العیسیٰ رحمہ اللہ صحیح الزوائد میں ان حدیثوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں راوی امام محمد بن ابی لیلیٰ کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا تاہم "حدیث حسن انشاء اللہ تعالیٰ" (صحیح الزوائد ج ۲ ص ۲۸۲) اسکی حدیث حسن (اچھی) ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، دونوں سے مروی ہیں (صحیح الزوائد ج ۲ ص ۲۸۲) اور اسی حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے رسالہ "قرۃ العینین

برفع یدین فی الصلوٰۃ" میں دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے ایک سند صحیح وہ ابن ابی لیلیٰ سے پھر ابن ابی لیلیٰ ایک تو نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے عن الحکم عن متعم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا ترفع الایدی الا فی سبعة مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ والمستقبال القبلة وعلو الصفا والمروة وبعرفات وجمع و فی المقامین وعند الحجرین (ص ۲۸۲)

اسکے حاشیہ میں علامہ احمد الشریف محقق لکھتے ہیں کہ

الاثر فی السند الاول صحیح وفی السند الثاني حسن۔ کہ یہ حدیث پہلی سند میں صحیح ہے اور دوسری سند میں حسن ہے۔

والحقیق علی قرۃ العینین ص ۵۹

(طبع بیروت)

احمد شہ حدیث صحیح و حدیث حسن سے ثابت ہو گیا اور امام بخاری کے حوالہ سے کہ نماز کے شروع میں رفع یدین ہے اسکے بعد رفع یدین نہیں ہے بلکہ صیغہ نفی ہے یعنی نماز کے شروع میں رفع یدین کے سوا دوسری جگہ کہیں بھی نماز میں رفع یدین کی نفی ہو گئی۔ اور یہی دلیل نسخ ہے کہ ابتداء میں رفع یدین ہوتا تھا اگر بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے رفع یدین کرتا ہے تو آپ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ

"فان هذا شئ فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم" بلاشبہ یہ ایسا ہی چیز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

(المناہیہ للعین ج ۴ ص ۲۸۲)

یہی حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح پہلے رفع یدین کرتے تھے بعد میں جب اس کے منسوخ و متروک ہونے کا علم ہوا تو چھوڑ دیا اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے سے منع فرماتے تھے۔

لہذا رفع یدین کے عمل کا منسوخ ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی متعدد احادیث سے ثابت ہے جن میں سے ایک وہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ہے جسے ہم اپنے رسالہ "رفع یدین نمبر" ماہ جنوری ۱۹۹۲ء میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے عرض کر چکے ہیں اور یہ "لا ترفع الایدی"

والی حدیثیں بھی اور ان کے علاوہ صحابہ کا عمل بھی۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اہل علم اسے راجح و مرجوح کی حد تک ہی مختلف فیہ مسئلہ قرار دے سکے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ہے۔ یعنی پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوع میں جاتے اور کوع سے اٹھتے رفع یدین فرماتے تھے بعد میں آپ نے اسے ترک فرمادیا اور صحابہ کرام کو بھی اس سے منع فرمادیا۔ یہ الگ بات ہے کہ جن حضرات کے علم میں اس کا ترک ثابت نہ ہوا وہ اس عمل پر کامزن رہے اور اس کے ترک کی مخالفت فرماتے رہے جیسے بعض صحابہ و بعض ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دوسروں کو بھی اس کے ترک کی تلقین فرماتے رہے۔

مسند زید، محترم اثری صاحب نے مسند زید بن علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالہ پر بھی اعتراض فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کا جامع عمرو بن خالد بہ اتفاق محدثین کذاب ہے لہذا اسکی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(الاعظام ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ ص ۱۹۱)

جواباً عرض ہے کہ ہم نے اسکی جو روایت درج کی ہے اسکی یہ روایت ہماری پیش کردہ باقی ۴۵ احادیث کے مطابق ہے اس لئے اس کے کذاب ہونے کے باوجود یہ روایت صحیح ہے بہ مطابق قاعدہ "الکذب قد یصدق" کہ جھوٹا کبھی سچ بھی ہوتا ہے۔ اور اس روایت کے سچ ہونے کا ثبوت اسی قدر کافی ہے کہ یہ ان باقی ۴۵ احادیث کے مطابق ہے جو ہم نے رفع یدین کے مسئلے میں پیش کی ہیں۔

چونکہ اسکی اکثر احادیث صحاح ستہ کی احادیث کے مطابق ہیں تو کیا ان کو بھی کذب قرار دیا جائے گا۔ ہرگز نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ وہ تمام احادیث

جو مسند زید میں ہیں اور صحاح ستہ میں بھی ہیں کذب قرار پائیں۔ فلا لازم باطل فالمنکر و مرثله۔

تاویل الروایتین | محترم اثری صاحب نے مسند زید سے دو حدیثیں نقل فرمائیں اور

انہیں قابل اعتراض قرار دیا جن میں سے ایک میں ہے کہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

"تم میرے بھائی اور میرے وزیر ہو اور میرے بعد سب سے بہتر

ہو تمہاری محبت ہی مومنوں کی شناخت ہوگی۔"

راقم کے نزدیک اگر اس روایت کو صحیح قرار دیا جائے تو اس میں تاویل ہو

سکتا ہے۔ ایک تو حضرت علی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر ہونا ہے

اور ان کے وزیر ہونے سے ان کی خلافت بلا فضل ثابت نہیں ہوتی کیونکہ وزیر بوجہ

اٹھانے والے کو کہتے ہیں یعنی جو سربراہ خلعت کے ساتھ اس کے حکم سے اسکی

ذمہ داریوں کے نبھانے میں معاون ہو وہ اس کا وزیر ہے تو خلفاء راشدین

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ذمہ داریوں کے نبھانے میں معاونت کرتے تھے

اس لئے وہ آپ کے وزیر بھی تھے یہ الگ بات ہے کہ خلفائے ثلاثہ میں حضرت ابو بکر صدیق

و حضرت عمر سب سے اونچے درجہ کے وزیر تھے کہ ان کے پایہ کا کوئی صحابی نہ تھا پھر

حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ لہذا ان کو اس معنی میں

وزیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گردانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اس کے علاوہ

یہ فرمانا کہ "تم میرے بعد سب سے بہتر ہو" عام مخصوص عند البعض ہے جس سے حضرت ابو بکر

صدیق و حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہم دیگر نصوص اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے

ذریعہ مستثنیٰ ہوں گے۔ اس قسم کی تاویلیں ہم قرآن کریم اور صحاح ستہ وغیرہ کی تفسیر

حدیثوں میں کرتے ہیں تو یہاں کیوں نہیں کر سکتے؟ پھر ان کی محبت کا مومنوں کی پہچان ہونا بھی صحیح ہے اور صحاح ستہ میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "لا یحبک الا مؤمن ولا یغضک الا منافق" کہ تم سے تو میں ہی محبت کرے گا اور منافق ہی تم سے بغض رکھے گا۔

اسی طرح دوسری روایت میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جسکی تاویل نہ ہو سکتی ہو اور خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمانا کہ وہ "صدیق اکبر" ہیں اس سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان "صدیق اکبر" ہونے پر حرج نہیں آتا کیونکہ اسکی تاویل ہو سکتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں "صدیق اکبر" ہوں گے۔ اور خود ابن ماجہ شریف کی حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا "انا الصدیق الاکبر" (لاحظہ ہو سنن ابن ماجہ ص ۱۲) کہ اب اس دور کا صدیق اکبر میں ہوں یعنی صدیق اکبر علی الاطلاق تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور باقی حضرات اپنے اپنے زمانہ کے صدیق اکبر تھے۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ و دیگر حضرات جن کی ان کے زمانہ میں مثال نہیں ملتی تھی اپنے اپنے زمانہ کے صدیق اکبر تھے۔ اور ہر دور میں اولیاء کرام میں سے چوٹی کے اولیاء اپنے زمانہ ولایت کے اعتبار سے صدیق اکبر ہوتے ہیں جیسے صوفیاء کرام کے نزدیک سیدنا خورشید اعظم رضی اللہ عنہ عویشیؒ گجراتی پر فائز ہونے کی بنا پر اولیاء میں صدیق اکبر ہیں یہ آگاہ بات ہے کہ صوفیاء کرام کے اس خیال سے محرم اثری حسب اتفاق نہ کریں۔ لیکن نفس صدقیت تو ہر دور میں ہے جسکی کبریت تو ختم ہو چکی ہے مگر ولایت تا قیامت جاری ہے گل اور ولایت امت کا آغاز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولایت سے ہوتا ہے کیونکہ ہر صحابی ولی ہے جبکہ ہر ولی

صحابی نہیں تو صدیقین تا قیامت آتے رہیں گے اور ان میں جو چوٹی کے درجہ پر ہو گا وہ اپنے زمانہ کا صدیق اکبر ہو گا اور جناب اثری حسب اس حقیقت سے بے خبر نہ ہوں گے کہ "اکبریت" ایک وصف اضافی ہے کہ ایک اکبر سے دوسرا بڑھ کر اکبر ہو سکتا ہے جیسے "اعلم" کا صیغہ علماء کے لئے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے اور کہتے ہیں "فلان کان اعلم اهل زمانه یکتب الله و سنة رسوله" صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ فلان عالم اپنے زمانہ کے اعتبار سے کتاب سنت کا سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ چنانچہ امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (سیدنا ابوبکر صدیق کے پوتے) رضی اللہ عنہ وعن ابیہ دین مدہ کے حق میں امام ابو الزناد فرماتے ہیں:

"ما سمعنا من احدٍ اعلم بالسنن منہ" کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو سنت نبویہ کا جاننے والا نہیں دیکھا۔ ان کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں "کان افضل اهل زمانه" کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۳۳) معلوم ہوا کہ ام تفصیل کے حصے بعض اوقات افضلیت مطلقہ کے لئے ہوتے ہیں اور بعض اوقات افضلیت اضافی کیلئے ہوتے ہیں۔ دونوں کی مثال احادیث میں وارد جملہ "اللہ و رسولہ اعلم" ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی اعلم کا صیغہ آیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اعلیت مطلقہ ہے سب سے بڑے علم والا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیت اضافیہ ہے یعنی خلق کی برائیت۔ یعنی خلق میں سب سے بڑے علم والے۔

اسی طرح "صدیق اکبر" کا لقب بھی ایک وصف اضافی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق کو بھی جو صدیق اکبر کہا جاتا ہے یہ بھی اضافہ کہا جاتا ہے یعنی امتوں میں آپ

ہی سب سے بڑے صدیق ہیں یا امتوں میں علی الاطلاق آپ ہی صدیق اکبر ہیں
 نہ کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت۔ کیونکہ انبیاء کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
 عنہ سے بڑھ کر صدیق اکبر ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں صدیق اکبر حضرت محمد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی خلق میں علی الاطلاق صدیق اکبر سیدنا محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور امتوں میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امتوں سے
 انسان مراد ہیں ورنہ ملائکہ بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں اور ملائکہ میں سے
 رسل ملائکہ صحابہ کرام سے افضل ہیں لہذا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسل
 ملائکہ سے افضل نہیں اور نہ ہی ان کے مقابلہ میں صدیق اکبر۔ آپ کی صدیقیت کبریٰ
 بشرائت کے مقابلہ میں ہے یعنی آج تک جو انسان پیغمبروں پر ایمان لائے ان میں
 سب سے بڑے صدیق و سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر پھر
 حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اسی طرح امام اعظم بھی ایک وصف اضافی ہے حضرت امام ابوحنیفہ
 امام اعظم کہلاتے ہیں اپنے زمانہ کے امام اعظم اور یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے قول کے
 مطابق ہے کہ فقہ میں لوگ ابوحنیفہ کے محتاج ہیں ورنہ خلق خدا میں علی الاطلاق امام
 اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور کوئی نہیں۔

غرضیکہ مستند زید رضی اللہ عنہ میں مذکور وہ حدیث جن پر جناب اثری صاحب نے
 تنقید فرمائی اور انہیں غلط قرار دیا اور مردود ٹھہرایا، قابل تاویل ہیں اور اہل علم کی
 شان یہ نہیں کہ جو بات بظاہر خلاف حق اس پر غور و فکر کے بغیر اسے فوراً
 رد کر دے بلکہ اہل علم کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کی کوئی تاویل صحیح ممکن ہو
 تو اس کو رد کرنے کی بجائے اس کی تاویل صحیح کی جائے اور اگر وہ مختل تاویل نہ
 ہو تو اسے رد کر دے۔ لیکن یہ عبارات ہماری رائے میں قابل تاویل ہیں۔

لہذا ہم جناب اثری صاحب کے خیال سے اتفاق نہیں کرتے ہم نے ان کو رد کرنے
 کی بجائے ان کی تاویل کر دی ہے۔ اور بلاشبہ ہماری یہ تاویلیں صحیح اور
 محمول ہیں۔ جن کی روشنی میں اثری صاحب کے اعتراضات بے بنیاد ہو کر
 رہ جاتے ہیں۔

جناب اثری صاحب، راقم کی اس حدیث پر جو راقم نے اپنے ماہنامہ "البرکۃ" کے
 کے اندر حدیث نمبر ۱۶ بحوالہ سند ابی یعلیٰ ج ۵ ص ۲۶ نقل کی تنقید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث
 محمد بن جابر کی وجہ سے ضعیف ہے اور یہ کہ محمد بن جابر نے کہا تھا کہ امام ابوحنیفہ نے
 مجھ سے امام حاد کی کتابیں چوری کر لیں تھیں جو اللہ بھرح والہ عدل ج ۴ ص ۱۵۵،
 پھر اثری صاحب لکھتے ہیں کہ

"منفی جناب بالخصوص بتلائیں کہ اگر محمد بن جابر قابل اعتنا ہے تو اس نے جو
 الزام امام ابوحنیفہ پر چوری کا لگایا ہے وہ بھی معتبر اور درست ہے؟
 اگر نہیں تو اس کی بیان کردہ یہ روایت ہی کیوں معتبر ہے؟"

(الاختصاص ص ۱۳۱)

جناب اثری صاحب کے اس اعتراض کے کئی ایک جوابات ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ
 جناب اثری صاحب کا یہ اعتراض اس وقت لائق توجہ ہوتا جب عدم رفع یدین کی
 حدیثوں کا انحصار صرف محمد بن جابر کی حدیث پر ہوتا جبکہ محمد بن جابر کی حدیث جو اپنے زمانہ
 میں ہم نے روایت کی ہے اس کا نمبر ۱۶ ہے اس سے پہلے جو حدیثیں گذری ہیں۔
 انہیں جناب اثری صاحب کیوں نظر انداز فرمادیا۔

دوسرا یہ کہ اس کے باوجود یہ حدیث چونکہ سابقہ حدیثوں کی مؤید ہے لہذا اس کا

ضعف ہیں محض نہیں ہے۔

تیسرا یہ کہ محمد بن جعفر کا ضعف بھی کوئی خطر نہیں ہے کیونکہ ان کے ضعف کی وجہ اس قدر ہے کہ وہ آخر عمر میں مجہول جاتے تھے اور یاد دلانے پر یاد کر لیتے تھے اس کے باوجود ان کی جلالت و عظمت کا یہ عالم تھا کہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں مع ما تكله فيه من تكله
کہ ہر حضرات ان پر اعتراض کرتے تھے وہ ان کی مروی حدیث جمع کئے بغیر
یکتب حدیثہ -
(تہذیب ج ۹ ص ۹۸)

امام ابوالولید فرماتے ہیں کہ

حسن نظر محمد بن جابر
باعتنا عن الحديث عنه -
(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۹۸)

امام ذہبی کہتے ہیں "لا بأس به" اگرچہ امام محمد بن جابر کی حدیث قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (تہذیب ج ۹ ص ۹۸)

امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ نیز ان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

وفي الجملة قد روى عن
محمد بن جابر ثلثة وحفاظ -
اور خلاصہ یہ کہ محمد بن جابر سے بڑے بڑے ائمہ و حفاظ سے حدیث روایت کی۔
(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۹)

امام شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر امام محمد بن جابر ایسے ہی ہوتے جیسا کہ ان کے بارے میں بعض حضرات کا خیال ہے تو ان سے ائمہ حدیث و حفاظ حدیث روایت نہ کرتے لہذا ان سے ائمہ و حفاظ کا روایت کرنا ان کے صدق و ثقہ ہونے کی واضح دلیل ہے اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کی مروی حدیث

صحیح اسناد حدیثوں کے عین مطابق ہو جبکہ ہم اس سے قبل جو حدیث نقل کر چکے ہیں ان میں صحیح اسناد حدیثیں بھی ہیں۔ اس کے باوجود جناب اثری صاحب کا اعتراض اہل علم کے لئے ناقابل فہم ہے۔

امام صاحب پر چوری کا الزام
کہ جناب اثری صاحب کا فرمانا کہ امام محمد بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے امام حماد کی کتابیں چرائیں۔
مگر جناب اثری صاحب نے اس اسناد کی جانچ پڑتال نہیں فرمائی کہ

جریر بن عبد الحمید مجروح راوی ہے
کتاب البحر والقیل میں
ہیں امام محمد بن جابر کی جو یہ بات نقل کی گئی ہے کہ جس میں امام صاحب پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے یہ الزام ٹھوٹا اور انتہائی غلط ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے حاسدوں

نے آپ کو بنام کرنے کے لئے ایسی روایت گھڑی ہیں چنانچہ اس واقعہ کی سند میں بھی ایک راوی جریر بن عبد الحمید البغلی تھے۔ یہ اگرچہ ثقہ و معتبر تھے مگر ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں

لم یکن بالذکی فی الحدیث اختلط علیہ - (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۸)
کہ یہ حدیث میں ذہانت نہیں رکھتے تھے بلکہ ان پر غلط مط واقع ہو چکا تھا۔
امام بیہقی فرماتے ہیں:

"نسب فی آخر عمره الى سوء الحفظ"
آخر عمر میں ان کا حفظ خراب ہو گیا۔

امام علی بن مدینی فرماتے ہیں:

"کان جریراً صاحب لیل"
کہ یہ جریر صاحب لیل تھے جسے رات کو

(تہذیب ج ۲ صفحہ ۷)

لکھنا یاں چٹنے والا سوکھی اور گیل کی تیز
نہیں کر سکتا۔

اس طرح جو یہ حدیثوں میں تیز کر سکتے تھے۔

امام ابن حجر مستطانی لکھتے ہیں

”قتیبہ شاجرین الحافظ المقدم
لکھی سمعہ ہیشتم معاویہ
علا بنیتا“
کہ جو یہ عدسیہ طور پر حضرت امیر معاویہ
کو گالیاں دیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۷)

ان حالات میں ان کا صحیح العقیدہ اور صحیح العمل نہ ہونا مشکوک ہو جاتا ہے لہذا
چوری والے سند مجروح ہو کر ناقابل قبول ٹھہری اور امام صاحب کا دامن کرم ایسی
باتوں سے پاک ثابت ہوا۔

| صفحہ | نمبر شمار | فہرست |
|------|-----------|--|
| ۳ | ۱ | مسئلہ رفع یدین |
| ۳ | ۲ | نوعیت مسئلہ |
| ۶ | ۳ | امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ |
| ۸ | ۴ | ثبوت شینی اور بقاء شینی |
| ۱۹ | ۵ | حدیث علماء کو گمراہی ڈالنے والی ہیں سوائے مجتہدین کے |
| ۲۳ | ۶ | مرسلات نخی حجت ہیں |
| ۲۷ | ۷ | جواب حدیث ”حق تعالیٰ اللہ“ |
| ۳۴ | ۸ | رفع یدین نہ کرنے کی عقلی دلیل |
| ۳۶ | ۹ | قلفہ رفع یدین |
| ۳۷ | ۱۰ | ازالہ شبہ |
| ۴۱ | ۱۱ | رفع یدین کا قرآن سے ثبوت |
| ۴۲ | ۱۲ | رفع یدین کی منسوخت |
| ۴۸ | ۱۳ | مسئلہ رفع یدین پر وہابی اثری کے اعتراضات |
| ۴۹ | ۱۴ | پہلی دلیل |
| ۵۰ | ۱۵ | اثری کے حوالے میں غلطیاں |
| ۵۳ | ۱۶ | تحقیق متن ’تہذیب‘ کا متن و سند |
| ۵۴ | ۱۷ | مصنف کا متن مع سند |
| ۵۴ | ۱۸ | اثری کا نقل کردہ متن |
| ۵۴ | ۱۹ | عبارتوں کے نقل کرنے میں تحریفات |
| ۵۶ | ۲۰ | اثری کی پیش کردہ حدیث کی سند کا جائزہ |
| ۵۶ | ۲۱ | ہیثمی کی سند میں ابوالمنشی راوی مجہول ہے |

| | | |
|----|---|----|
| ۲۲ | مصنف ابن ابی شیبہ کی سند | ۵۶ |
| ۲۳ | بیہقی کی سند پر جرح | ۵۷ |
| ۲۴ | مصنف ابن ابی شیبہ کی سند | ۵۷ |
| ۲۵ | دونوں سندوں کے مشترک راوی ابن ابی عروبہ | ۵۸ |
| ۲۶ | تدلیس | ۶۱ |
| ۲۷ | ارسل | ۶۲ |
| ۲۸ | ایک سوال اور اس کا جواب | ۶۲ |
| ۲۹ | اپنے دام میں صیاد | ۶۳ |
| ۳۰ | ایک اصولی بات | ۶۵ |
| ۳۱ | اعتراضات اور جوابات | ۶۶ |
| ۳۲ | اثری صاحب کے دوسرے اعتراض کا ابطال | ۶۶ |
| ۳۳ | تفقید ابوہلال رومی | ۶۸ |
| ۳۴ | اثری کا تیسرا اعتراض اور اس کا جواب | ۷۰ |
| ۳۵ | تحقیص الجہیر | ۷۰ |
| ۳۶ | چوتھا اعتراض اور اس کا جواب | ۷۱ |
| ۳۷ | اثری کی دیانتداری | ۷۲ |
| ۳۸ | عقلی فیصلہ | ۷۳ |
| ۳۹ | رفع یدین پر مختلف آراء | ۷۴ |
| ۴۰ | پانچویں دلیل | ۷۵ |
| ۴۱ | اثری کی ایک دیانتداری | ۷۵ |
| ۴۲ | اثری کا چھٹا اعتراض | ۸۰ |
| ۴۳ | امام ابن حزم اور ترک رفع یدین | ۸۱ |
| ۴۴ | امام ترمذی کی گواہی | ۸۳ |

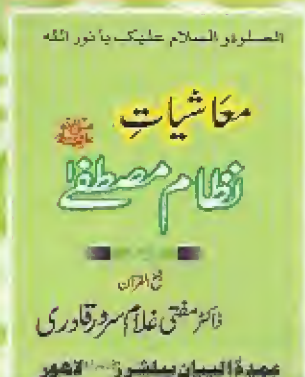
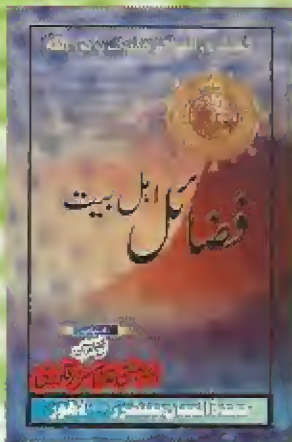
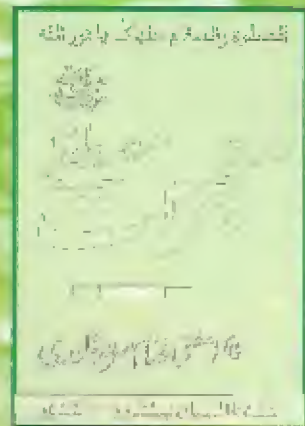
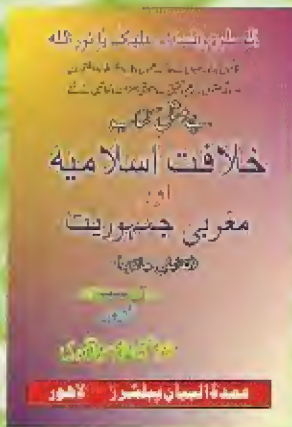
| | | |
|----|---|-----|
| ۳۵ | اثری کی غلطی | ۸۵ |
| ۳۶ | لفظی مقید میں لفظی قید کی ہوتی ہے | ۸۶ |
| ۳۷ | ساتواں اعتراض | ۸۸ |
| ۳۸ | آٹھواں اعتراض | ۸۹ |
| ۳۹ | تحقیق سند | ۸۹ |
| ۴۰ | ولید بن مسلم مجموعہ راوی | ۹۰ |
| ۴۱ | نواں اعتراض | ۹۲ |
| ۴۲ | حضرت عبداللہ بن عامر | ۹۲ |
| ۴۳ | خلاصہ تاثرات | ۹۳ |
| ۴۴ | علیہ بن قیس | ۹۷ |
| ۴۵ | کھلی توجہ شکستہ | ۹۹ |
| ۴۶ | دسواں اعتراض | ۱۰۲ |
| ۴۷ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے | ۱۰ |
| ۴۸ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے کسی کا قول معتبر نہیں | ۱۰۶ |
| ۴۹ | امتی کا براہ راست حدیث پر عمل | ۱۰۳ |
| ۵۰ | حدیث کو سمجھنا مجتہد کا کام | ۱۰۵ |
| ۵۱ | اناس علماء ہی ہیں | ۱۱۶ |
| ۵۲ | حدیث علماء کو گمراہی میں ڈالنے والی | ۱۱۸ |
| ۵۳ | امام شافعی کے فرمان سے حفاظت | ۱۱۹ |
| ۵۴ | وجوب تقلید محضی | ۱۲۱ |
| ۵۵ | حضرت شہادتی اللہ دہلوی | ۱۲۵ |
| ۵۶ | استخراج مسائل | ۱۲۷ |
| ۵۷ | ایک اعتراض اور جواب | ۱۲۹ |

| | | |
|-----|--|-----|
| ۶۷- | نوٹ | ۱۳۹ |
| ۶۸- | معافیت تقلید صحابہ رضہ اللہ تعالیٰ عنہما | ۱۳۳ |
| ۶۹- | تشریح و مطلب | ۱۳۳ |
| ۷۰- | اثری کی دود اور مرہاتیں | ۱۳۵ |
| ۷۰- | امام ابن المنیر | ۱۳۷ |
| ۷۱- | استخراج مسائل | ۱۳۹ |
| ۷۲- | تقلید مذہب صحابہ رضہ اللہ تعالیٰ عنہما | ۱۳۹ |
| ۷۳- | امام ابن تیمیہ کے قول کا جواب | ۱۴۰ |
| ۷۳- | بحر العلوم کی عبارت کا جواب | ۱۴۳ |
| ۷۵- | استخراج مسائل | ۱۴۳ |
| ۷۶- | امام قولوی کے عبارات کا جواب | ۱۴۶ |
| ۷۷- | اجتہاد مجزی ہو سکتا ہے | ۱۴۶ |
| ۷۸- | امام نووی کا امام حسن کے قول پر فتویٰ | ۱۴۸ |
| ۷۹- | شیخ اکبر کا مجتہدین کی تقلید کو حرام ٹھہرانا | ۱۴۸ |
| ۸۰- | اثری کی ایک اور مرہاتی | ۱۴۹ |
| ۸۱- | حلیم حق | ۱۵۱ |
| ۸۲- | امام محمد کا ابو حنیفہ سے اختلاف | ۱۵۱ |
| ۸۳- | امام صاحب کا مذہب صحیح حدیث ہے | ۱۵۵ |
| ۸۳- | استخراج مسائل | ۱۵۶ |
| ۸۵- | امام محمد کا ابو حنیفہ کی تقلید سے انکار | ۱۵۸ |
| ۸۶- | اثری کی دیانتداری | ۱۵۸ |
| ۸۷- | توجہ طلب باتیں | ۱۵۹ |
| ۸۸- | امام محمد کی نہ امت | ۱۶۰ |

| | | |
|------|------------------------------------|-----|
| ۸۹- | اعتراف | ۱۶۱ |
| ۹۰- | آثار صحابہ و تابعین بھی اجلوت | ۱۶۳ |
| ۹۱- | اثری کا مغلطہ | ۱۶۳ |
| ۹۲- | واضحات | ۱۶۳ |
| ۹۳- | اثری کا دوسرا مغلطہ | ۱۶۵ |
| ۹۳- | امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی | ۱۶۷ |
| ۹۵- | موہبات و شواہد | ۱۶۹ |
| ۹۶- | سوال کا جواب | ۱۷۰ |
| ۹۷- | رفع یدین کی منسوخی کی قرآن سے دلیل | ۱۷۲ |
| ۹۸- | حدیث قرآن کی تفسیر | ۱۷۳ |
| ۹۹- | مسند زید | ۱۷۸ |
| ۱۰۰- | تکویل الردائین | ۱۷۹ |
| ۱۰۱- | امام صاحب پر چوری کا الزام | ۱۸۵ |
| ۱۰۲- | جرید بن عبد الحمید مجموع راوی ہے | ۱۸۵ |



شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف



Distribute by SAW Publisher 0300-4826678

0321-4059491

